عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ
اکتوبر 2006ء

جلد ۳۹/۱۰
شمارہ ۹

سیدنا علی المرتضیٰؓ..... فضائل و مناقب

مسلمانوں کی پریشانی کے اسباب

جرم توہین رسالت... چند پہلو

قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ چار اصولی باتیں

برکات رمضان.... فضائل و مسائل

www.khatm-e-nubuwwat.com
Email: mahanamalolaak@yahoo.com

ماہنامہ
لولاک
ملتان

شمارہ ۹ .... جلد ۳۹/۱۰

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ	مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ	فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ	حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ	شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا صاحبزادہ عزیز احمد
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا عزیز الرحمن ثانی	مولانا فقیر اللہ اختر
مولانا مفتی حفیظ الرحمن	مولانا محمد نذر عثمانی
مولانا قاضی احسان احمد	مولانا غلام حسین
مولانا محمد طیب فاروقی	مولانا محمد اسحاق ساقی
مولانا محمد قاسم رحمانی	مولانا غلام مصطفیٰ
مولانا عبدالستار حیدری	مولانا عبدالحکیم نعمانی
چوہدری محمد اقبال	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا محمد حسین ناصر	مولانا عبدالرزاق

بانی: مجاہد ختم نبوۃ حضرت مولانا تاج محمودؒ

زیر سرپرستی: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم

زیر سرپرستی: پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالی

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ طارق محمود

ایڈیٹر: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سرکولیشن منیجر: رانا محمد طفیل جاوید

منیجر: قاری محمد حفیظ اللہ

کمپوزنگ: یوسف ہارون

رابطہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمة الیوم...!

نواب اکبر بگٹی کا قتل...... تدفین 3
عطاء الرحمن

پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور اوریجن کارڈ فارموں سے حلف نامے کا اخراج 5
ادارہ

مقالات ومضامین...!

قانون تحفظ 7
عرفان صدیقی

جرم توہین رسالت...... چند پہلو 10
حضرت مولانا سلیم اللہ خان

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ...... فضائل مناقب 15
پروفیسر محمد عبداللہ

برکات رمضان...... فضائل ومسائل 19
حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ

مسلمانوں کی پریشانی کے اسباب 32
ابو سجاد

حضور ﷺ کا خط مبارک...... خسرو پرویز کے نام 38
بنت مولانا محمد یونسؒ

ردقادیانیت...!

قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ 42
حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

بے شمار پلندے 55
اشتیاق احمد

جماعتی سرگرمیاں 56
ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمتہ الیوم!

نواب محمد اکبر خان بگٹی کا قتل...... تدفین...... ایک سنگین حادثہ!

پاکستان کی 50 سالہ تاریخ میں اس حد تک ناپسندیدہ واقعہ اس سے پہلے صرف ایک بار ہوا۔ ضیاء الحق کے دور میں بھٹو کی لاش نصرت بھٹو اور بے نظیر بھٹو کے سپرد نہ کی گئی۔ ایک شخص کو قتل بھی کر دیا جائے۔ اس کی لاش کو ورثاء کے بار بار تقاضے کے باوجود ان کے حوالے نہ کیا جائے۔ جس تابوت میں بظاہر اس کی لاش کو ڈال کر سرکاری انتظامات کے تحت تدفین کی جائے۔ اس کے بارے میں بھی وسیع پیمانے پر شک پایا جاتا ہو۔ آیا اسی کی میت اس تابوت کے اندر بند ہے۔ اس کے بیٹوں، قریبی رشتے داروں، لاتعداد دوستوں اور ان گنت مداحوں کی موجودگی اور خواہش کے باوجود اسے ایسے ماحول حالات اور جگہ پر سپرد خاک کیا جائے۔ جس کے قریب بھی کوئی بھٹک نہ پائے اور اگر بیٹوں کو آنے کی دعوت دی جائے تو وہ معاندانہ سلوک کی وجہ سے احتجاجاً جانے سے انکار کر دیں۔ اس نوعیت کا سلوک تو قتل اور بہیمانہ جرائم کے مرتکب ان عادی مجرموں کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔ جو عدالت انصاف کے حکم کے تحت پھانسی کی سزا پاتے ہیں اور تختہ دار پر لٹکا دیئے جاتے ہیں۔ چہ جائیکہ یہ معیار نواب اکبر بگٹی مرحوم کی لاش کے ساتھ کیا جائے۔ جنہوں نے اٹھتی جوانی کے دنوں میں پاکستان کے حق میں ووٹ دے کر نئی مملکت میں بلوچستان کی شمولیت کو ممکن بنانے میں مثبت کردار ادا کیا تھا۔ جن کی قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت کے ساتھ وابستگی کی وہ کیفیت تھی۔ جو اس پرانی تصویر سے ظاہر ہے۔ جو ابھی کل کے نوائے وقت میں شائع ہوئی ہے۔ جو پاکستان کی مرکزی کابینہ کے رکن بنے۔ صوبہ بلوچستان کے گورنر اور وزیراعلیٰ کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جن کی حب الوطنی کبھی مشکوک نہ تھی۔ جن کی نہایت مشکل حالات میں بھی وفاق پاکستان کے ساتھ وابستگی قائم رہی۔ جو پاکستان کی صف اول کی سیاسی شخصیت تھے۔ جن کے اسٹیبلشمنٹ کے ہاتھوں المناک قتل پر پورا ملک احتجاج کناں ہے۔ اب جو قائداعظم جیسی آئین پسند جمہوری شخصیت کی قیادت میں اسلامیان ہند کے حاصل کردہ ملک کے اندر حکمرانوں کے ہاتھوں اس حد تک پست واقعہ رونما ہوا ہے۔ جو نواب اکبر بگٹی کے قابل مذمت قتل کے بعد ان کی تدفین کے حوالے سے دیکھنے میں آیا ہے۔ جو انسانی، اسلامی، اصولی، قانونی اور اخلاقی یعنی کسی بھی پہلو سے، کسی بھی درجے میں قابل قبول نہیں۔ تو اس کی وجہ سے ہم سب اہل پاکستان کے دل شرم سے ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہم دنیا کے سامنے اس کی کوئی توضیح پیش نہیں کر سکتے۔ ہمارے پاس اس گھٹیا رویے کی سطحی سی وجہ جواز بھی نہیں۔

اس میں شک نہیں نواب اکبر خان بگٹی شروع سے آخر تک متنازع شخصیت رہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے تنازعے کھڑے کئے، لڑائیاں لڑیں، سیاسی معرکوں میں حصہ لیا۔ کبھی وفاقی سطح کی سیاست میں، کبھی صوبے کے اندر محدود ہو کر، کبھی اپنے آپ کو ڈیرہ بگٹی کی حدود کا پابند کر کے، کبھی سوئی گیس کی رائلٹی ان کے نزدیک سب سے بڑا مسئلہ تھی اور اس کی خاطر وہ مرکزی حکومت کے ساتھ پنجہ آزمائی پر اتر آتے تھے۔ کبھی بلوچستان کے صوبائی حقوق

کی خاطر وفاقی قوتوں کے ساتھ نبرد آزما ہو جاتے تھے اور اسی نواب اکبر بگٹی پر ایسا مرحلہ اور ایسی کیفیت بھی طاری ہو جاتی وہ وفاق پاکستان کی حفاظت کی خاطر اپنے ہی صوبے کی باغی شخصیتوں اور قبائل مثلاً مینگلوں اور مریوں کے راستے کی دیوار بن جاتے۔ پھر یہ وہی اکبر بگٹی تھا۔ جس نے پچاس کی دہائی کے آغاز کے سالوں میں اپنے آبائی مقام سوئی کے علاقے سے پاکستان کی معیشت کے لئے انمول تحفہ یعنی قدرتی گیس کے اخراج اور اسے ملک کے طول وعرض تک پہنچانے کی خاطر دست تعاون دراز کیا۔ یہ وہی اکبر بگٹی تھا۔ جس نے 89-1988ء میں بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے پنجاب کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ نواز شریف کے ساتھ مل کر صوبائی خود مختاری کے حصول کی جنگ اس انداز سے لڑی کہ پورے ملک پر واضح ہو گیا کہ صوبے کے حقوق کی جنگ آئین پاکستان کے اندر رہ کر بھی لڑی جا سکتی ہے اور یہ کہ ایسی جنگ میں پنجاب اور آبادی کے لحاظ سے ملک کا سب سے چھوٹا صوبہ بلوچستان ایک دوسرے کے دست وبازو بن سکتے ہیں۔ پھر یہ واقعہ تو بھلائے نہیں بھولتا کہ 70ء کی دہائی میں بھٹو کے دور میں مچھ جیل کے اندر جب پنجاب کا ایک نمایاں سپوت چوہدری ظہور الٰہی پابند سلاسل تھا۔ تو بھٹو صاحب نے اپنے گورنر اکبر بگٹی کے ذریعے اسے جان سے مار دینے کی ٹھان لی۔ تب فرزند بلوچستان کی غیرت جاگ اٹھی۔ اس نے وقت کے حکمران اعلیٰ کو ٹکا سا جواب دیا اور یوں گویا ہوا۔ پنجاب سے آیا ہوا یہ قیدی میرا مہمان ہے۔ میں اس کی زندگی پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ اے اہل پنجاب آج ہماری حمیت اور غیرت کو کیا ہوا ہے کہ اسی اکبر بگٹی کے موجودہ حکمرانوں کے ہاتھوں قتل کے بعد جب ایک شائستہ اور تہذیبی واسلامی لحاظ سے مسلمہ قاعدے کے تحت اس کی اولاد کی مرضی کے مطابق تدفین کا حق دینے سے انکار کر دیا گیا تو فرزندان ظہور الٰہی تمام تر حکومتی اثر ورسوخ اور شراکت اقتدار کے باوجود ''صم بکم'' بیٹھے ہیں۔ بے حسی پر مبنی رویہ ان کا ہے، برا پنجاب کو کہا جارہا ہے۔ جب کہ یہاں کے لوگوں کی اکثریت اس صورتحال پر سخت دل گرفتہ ہے۔ پنجاب کے باسیوں نے جو بلوچستان کے چپے چپے کے ساتھ اسی طرح محبت رکھتے ہیں۔ جس طرح اپنے صوبے اور باقی ملک کے ساتھ اپنے آپ کو اتنا بے بس کبھی محسوس نہ کیا ہوگا۔ آج لندن میں بیٹھی ہوئی ایک دختر پاکستان، ڈاکٹر شازیہ خالد اس بوڑھے آدمی اور سایہ دار درخت کی مانند شخص کے بہیمانہ قتل پر آنسو بہا رہی ہوگی۔ جو صرف پونے دو سال پہلے اس کی پامالی پر تڑپ اٹھا تھا۔ سراپا احتجاج بن گیا تھا۔ صوبے کے در و دیوار کو ہلا دیا تھا۔ مرکزی حکومت کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ صرف وہ جن کے سینے میں دل نہیں تھا، جن پر رعونت غالب تھی، جن کے سروں پر غیر آئینی اور غیر جمہوری حاکمیت کا سودا سمایا ہوا تھا۔ انہیں اکبر بگٹی کی اس ادا پر سخت غصہ آیا تھا۔ ڈاکٹر شازیہ خالد، اکبر بگٹی کی رشتہ دار تھیں نہ اس کے قبیلے کی فرد تھیں، نہ اس کے صوبے سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ پاکستان کے دوسرے حصے سے سوئی میں ملازمت کرنے اور ڈاکٹری جیسے معزز پیشے کی خدمات سرانجام دینے کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ اکبر بگٹی نے صرف انسانی فریضہ ادا کیا تھا۔ اے حکمرانو! تم نے یہ کیا کیا؟ اپنے باغیوں میں سے اس شخص کو بھی زندہ نہ رہنے دیا۔ جو اگر تمہارا نہیں، تمہارے ملک کا تو وفادار تھا۔ پھر تم اس حد سے بھی گزر گئے کہ اس کی میت کو تدفین کے ان طور طریقوں سے محروم کر دیا۔ جو ہر مرنے والے انسان اور مسلمان کا قدرتی، تہذیبی اور اسلامی حق ہے۔ وہ حق ملک کا قانون بھی تحفظ کرتا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ نوائے وقت ملتان)

پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور، اوریجن کارڈ فارموں سے ختم نبوت کے حلف نامہ کا اخراج

مغربی ممالک کی شہ اور قادیانیوں کے ایماء پر حکومت نے ماضی میں ووٹر لسٹ فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کا حلف نامہ اور بعد ازاں مشین ریڈ ایبل پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ خارج کر دیا۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف زبردست تحریک چلائی تو حکومت کو جان چھڑاتے ہی بن پڑی اور بادل نخواستہ حکومت نے ووٹر لسٹ فارم میں عقیدۂ ختم نبوت کا حلف نامہ اور مشین ریڈ ایبل پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کرنے کا اعلان کیا۔ بعض اخباری اطلاعات سے اب یہ تاثر سامنے آ رہا ہے کہ نادرا اور بیرون ملک پاکستانی سفارت خانوں نے پاسپورٹ فارم، اوورسیز پاکستانیز کے شناختی کارڈ فارم اور پاکستان اوریجن کارڈ فارم میں سے عقیدۂ ختم نبوت کے اقرار پر مشتمل حلف نامے کو دوبارہ خارج کر دیا ہے۔ اس خبر کی اشاعت نے مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر تشویش میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے اس کی وضاحت و تحقیقات کے مطالبہ پر مشتمل درج ذیل پریس ریلیز اخبارات کو جاری کیا گیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد، محمد انور اور دیگر نے وزارت داخلہ حکومت پاکستان کے محکمہ نادرا کی جانب سے بیرون ملک رہائش پذیر پاکستانیوں اوریجن کارڈ (P.O.C) اور شناختی کارڈ برائے اوورسیز پاکستانیز (N.I.C.O.P) کے درخواست فارموں اور اسی طرح ماسکو اور برسلز کے پاکستانی سفارت خانوں کی جانب سے جاری کردہ پاکستانی پاسپورٹ فارم سے حضور ﷺ کو آخری نبی ماننے کے اقرار پر مشتمل حلف نامے کے اخراج کی اطلاعات پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں نادرا اور ماسکو اور برسلز کے پاکستانی سفارت خانوں سے وضاحت طلب کرے۔ انہوں نے کہا کہ ماضی میں بھی اس قسم کی کوششیں ہوئیں۔ جن کی وجہ سے پہلے ووٹر لسٹ فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کا حلف نامہ اور پھر مشین ریڈ ایبل پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ خارج کر دیا گیا۔ لیکن بعد ازاں مسلمانان پاکستان کے شدید احتجاج اور پورے ملک میں تحریک چلنے کے بعد حکومت نے ووٹر لسٹ فارم میں عقیدۂ ختم نبوت کا حلف نامہ اور مشین ریڈ ایبل پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کر دیا۔ ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر پاکستان اوریجن کارڈ (P.O.C) اور شناختی کارڈ برائے اوورسیز پاکستانیز (N.I.C.O.P) کے درخواست فارموں اور ماسکو اور برسلز کے پاکستانی سفارت خانوں کی جانب سے جاری کردہ پاکستانی پاسپورٹ فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کے اقرار پر مشتمل حلف نامہ خارج کیا گیا ہے تو حکومت اسے فوری طور پر بحال کرے اور اس نامعقول حرکت میں ملوث افراد کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کرے۔ اس کے علاوہ حکومت اس بات کا سراغ لگائے کہ وہ کون سے عناصر ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف فارموں سے حضور ﷺ کو آخری نبی ماننے کے اقرار پر مشتمل حلف نامے کے اخراج کی سازش کرتے رہتے ہیں۔ اگر اس سازش کے پس پردہ قادیانی ہیں۔ جو عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی نہیں مانتے۔ تو حکومت فوری طور

ملکی سالمیت کو پارہ پارہ کرنے اور ملک وملت کے خلاف سازشیں کرنے کے جرم میں ان قادیانیوں کو قرار واقعی سزا دے۔

اس موقع پر ہم جماعت کے اسی مطالبہ کو دہراتے ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ قادیانیت نوازی کے لیبل کو اپنے اوپر سے اتار پھینک کر اور عقیدہ ختم نبوت کا ہر صورت تحفظ کرے۔ اگر نادرا بر سلز بیلجیم کے پاکستانی سفارت خانوں نے پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور ریجن کارڈ فارموں سے عقیدۂ ختم نبوت کے اقرار پر مشتمل حلف نامے کو واقعی خارج کر دیا۔ تو حکومت فوری طور پر اس حلف نامے کے اخراج کے احکامات کی واپسی اور ان فارموں میں اس حلف نامے کے دوبارہ اندارج کا حکم دے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت آئندہ کے لئے اس حلف نامے کو قانونی تحفظ فراہم کرے اور آئین وقانون کے ذریعہ حلف نامے کے اخراج پر پابندی عائد کرے کہ کل کلاں کوئی اور اس کے حذف واخراج کے فیصلے جاری کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

ختم نبوت کانفرنس برمنگھم

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لندن کے زیر اہتمام ۲۱ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس 6 راگست 2006ء کو سنٹرل جامع مسجد برمنگھم میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر نے کی۔ کانفرنس کی دو نشستیں ہوئیں۔ مہمان خصوصی قائد انقلاب اسلامی حضرت مولانا فضل الرحمٰن تھے۔ جب کہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے سرانجام دیئے۔ تلاوت کلام پاک حضرت مولانا قاری عبدالمالک نے کی۔ نعت رسول مقبول مفتی عبدالمنتقم، قاری ممتاز احمد، محمد حنیف شاہد رام پوری نے پیش کی۔ پہلی نشست سے حضرت مولانا مفتی محمود الحسن مبلغ ختم نبوت لندن، مفتی سہیل احمد، مولانا مفتی خالد محمود، مولانا محمد اسماعیل، ڈاکٹر عبدالباری، مولانا محمد ابراہیم اور طٰہٰ قریشی نے خطاب کیا۔ بعد نماز ظہر دوسری نشست کا آغاز ہوا۔ جس میں حضرت مولانا محمد اقبال رنگونی، حضرت مولانا محمد شفیع، حضرت مولانا عبدالرؤف ربانی، حضرت مولانا عزیز الحق ڈھاکہ، حضرت مولانا خلیل احمد بندھانی، حضرت مولانا نور السلام بنگلہ دیش، ملک محمد افضل، حضرت مولانا اشرف علی، حضرت مولانا صدیق احمد، حضرت مولانا عبدالرشید، حضرت مولانا اللہ وسایا (مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے خطاب فرمایا۔ کانفرنس کا اختتام حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی تقریر اور دعا سے ہوا۔ الحمدللہ! کانفرنس بھرپور کامیاب ہوئی۔ فلحمدللہ علی ذالک!

ضروری اعلان!

قارئین لولاک سے گزارش ہے کہ جلد کی تبدیلی کے بعد جن حضرات کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے اور انہیں ماہنامہ لولاک کی طرف سے بذریعہ خط آگاہ بھی کیا جا چکا ہے۔ لیکن تاحال چندہ ارسال نہیں کیا گیا۔ براہ کرام! چندہ ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ ادارہ

قانون تحفظ......!

عرفان صدیقی

حدود آرڈیننس کا اجراء جنرل محمد ضیاء الحق کے عہد بے آب ورنگ میں ہوا۔ 1985ء میں جنرل صاحب کی زیر سرپرستی وجود میں آنے والی اسمبلی نے 1979ء کے آرڈیننس کو باضابطہ قانون کی شکل دے دی۔ اس بات کو اب اکیس برس ہو چلے ہیں۔ اس دوران چار انتخابات ہوئے۔ چار نئی اسمبلیاں وجود میں آئیں۔ کسی نے حدود آرڈیننس کو حرمت نسواں کے منافی خیال نہ کیا۔ یہ اعزاز ایک اور فوجی صدر کے حصے میں آیا کہ اس کے سایۂ شفقت تلے پرورش پانے والی اسمبلی رخصت ہو جانے والے جرنیل کے ”بنیاد پرستانہ قانون“ کو روشن خیالی کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرے۔ کوئی جمہوری حکمران یہ بھاری پتھر اٹھا بھی نہیں سکتا تھا۔ جناب شوکت عزیز پہ ہوتا تو وہ بھی اس معرکہ آرائی کا عزم نہ کرتے۔ لیکن انہیں وہی کردار ادا کرنا پڑ رہا ہے۔ جو اکیس سال پہلے وزیراعظم جونیجو نے ادا کیا تھا۔ ”حدود“ کا معاملہ بڑا ہی حساس اور نہایت نازک ہے۔ اگر ہم مسلمان ہیں اور ہم نے اللہ کی حاکمیت کو دل وجان سے قبول کر رکھا ہے اور ہم قرآن مجید کے ہر شک وشبہ سے بالا کتاب الٰہی ہونے پر یقین رکھتے ہیں اور اگر ہمارا ایمان ہے کہ نبی آخرالزمان ﷺ کی سنت کی پیروی ہم پہ لازم ہے تو پھر حدود اللہ میں مداخلت کا تصور بھی محال ہے۔ ہم انسانوں کو قرآن وسنت کے ضابطوں کا نفاذ کرتے ہوئے ہر ممکن احتیاط سے کام لینا چاہئے اور اس امر کو یقینی بنانا چاہئے کہ عہد حاضر کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنے کے باوصف قانون الٰہی کی روح کسی طور مجروح نہ ہو۔

حدود آرڈیننس اور مجوزہ ترمیمی بل کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں کوئی رائے قائم کرنا موضوع پر دسترس رکھنے والے علمائے کرام اور فقیہان عظام کا کام ہے۔ اگر حدود آرڈیننس میں اصلاح وترمیم کی گنجائش ہے تو باہمی مشاورت اور اتفاق رائے سے ایسا کیا جا سکتا ہے اور کیا جانا چاہئے۔ لیکن اسے یکا یک پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیوں بنا لیا گیا ہے؟ اگر یہ اتنا ہی اہم معاملہ تھا تو صدر پرویز مشرف نے انتخابات سے قبل اپنے تین سالہ عہد میں ختم کیوں نہیں کیا؟ اگر ایل۔ ایف۔ او کے ذریعے آئین کی بنیادیں تک ہلا دینا ممکن تھا تو ”حدود آرڈیننس“ کس باغ کی مولی تھا اور آج کیا افتاد آن پڑی ہے کہ حدود آرڈیننس کو تختۂ مشق بنا لیا گیا ہے؟ کیا پاکستان کو درپیش سارے مسائل کی جڑ یہی ہے؟ کیا مہنگائی، بدامنی، بے روزگاری، قتل وغارتگری، شرف انسانی کی تذلیل، بنیادی حقوق کی نفی، کرپشن، عریانی وفحاشی، قانون کی رسوائی، انصاف کی پامالی، جمہوریت کی بے توقیری اور عام پاکستانی کی زخم زخم زندگی کا واحد سبب حدود آرڈیننس ہے؟ کیا اس میں ترمیم ہوتے ہی ایک نئی صبح درخشاں طلوع ہوگی اور آن واحد میں اہل وطن کے سارے دکھ دور ہو جائیں گے؟

اگر مقصود حرمت نسواں کی نگہبانی ہے۔ اگر مقصد اولیٰ واقعی تحفظ خواتین ہے۔ اگر مطلوب یہ ہے کہ خواتین کو وہی منصب بلند ملے جس کا تقاضا اسلامی تعلیمات کرتی ہیں اور جس کا تصور اسلامی تہذیبی اقدار میں جھلکتا ہے تو مجوزہ قانون کسی طور ان مقاصد پر پورا نہیں اترتا۔ اگر مقصد یہ ہے کہ عریانی وفحاشی کے سیلاب کے بعد اگلے مرحلۂ شوق میں قدم رکھا جائے اور روشن خیالی کے تصور کو مغرب کی حیاء باختہ تہذیب سے ہمکنار کر کے پاکستان کو بھی ان مکروہات میں مبتلا کر دیا جائے جو مغرب کی روح انسانی کو سرطان کی طرح چاٹ رہی ہے تو بلاشبہ نیا قانون ان ''اہداف مقدس'' کے لئے بے حد معاون ثابت ہوگا۔

اسلام نے خاتون کے حقوق کی محض ضابطہ بندی ہی نہیں کی۔ اس کی فضیلت کے تصور کو زندگی کے عمومی قرینوں میں خوشبو کی طرح سمو دیا۔ زوال اور ابتری کے ان موسموں میں بھی مغرب کی ''حقوق یافتہ'' عورت ان عزتوں، عظمتوں اور فضیلتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتی جن سے ہماری خواتین بہرہ مند ہیں۔ مجوزہ بل کسی طور بھی ''تحفظ خواتین'' کا ضامن نہیں۔ اس کے پس منظر میں نائن الیون کا وہی آسیب ہے جو کبھی دینی مدارس کا رخ کرتا، کبھی ان کے نصاب کو جدت کے سانچوں میں ڈھالتا، کبھی نظام تعلیم کی تراش خراش کرتا، کبھی درسی کتب کو انتہاپسندی سے پاک کرتا، کبھی منبر ومحراب کو نکیل ڈالتا، کبھی ذرائع ابلاغ کی ثقافت کی چکاچوند عطا کرتا اور کبھی جی جمائی قومی اقدار سے کھیلتا ہے۔ مغربی ممالک کے چندوں پر پلنے والی این جی اوز اس جشر ساماں مشن میں حکومت کی ہمنواء بلکہ اس کا ہراول دستہ ہیں۔

پاکستان کا شمار دنیا کے ان سات ممالک میں ہوتا ہے جہاں سب سے زیادہ قوانین موجود ہیں۔ ضابطۂ فوجداری کے تحت 575 ضابطہ جاتی قوانین ہیں۔ اسی طرح تعزیرات پاکستان 525، ضابطہ دیوانی 1500، فیملی لاز 150، کمرشل اینڈ کارپوریٹ لاز 200، فارنرز لاز 100، لیبر لاز 400، انسداد رشوت ستانی ایکٹ 50، نیب آرڈیننس 33، انسداد سمگلنگ 20، انسداد دہشت گردی 50 قوانین پر مشتمل ہے۔ یہ تعداد 3653 کے قریب بنتی ہے۔ صوبائی قوانین مقامی حکومتوں کے قوانین، لوکل اینڈ سپیشل لاز اور مجاز اتھارٹیوں کے ضابطے اور قوانین ان کے علاوہ ہیں۔ یہ تمام قوانین اور ضابطے کسی طرح کے جنسی امتیاز کو نہیں مانتے اور ہر مرد وزن پر یکساں لاگو ہوتے ہیں۔

''خواتین کے تحفظ'' کا ورد کرنے والی سرکاری نظریں صرف حدود آرڈیننس پہ لگی ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ بدکاری کا الزام لگ جانے کے بعد عورت کو جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جہاں وہ مصائب ومشکلات سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اس ترمیمی بل کی منظوری کے بعد شادی یا غیر شادی شدہ مرد وزن کی باہمی رضامندی سے ہونے والی بدکاری قابل دست اندازی پولیس نہیں رہے گی۔ واضح شواہد کے باوجود نہ کوئی ایف۔ آئی۔ آر۔ درج ہوگی نہ پولیس چھاپہ مار سکے گی۔ نہ کوئی گرفتاری عمل میں آئے گی دوسری طرف ہزاروں چھوٹے بڑے جرائم میں سے کسی کا بھی ارتکاب کرنے والی خاتون کے خلاف ایف۔ آئی۔ آر۔ بھی درج ہوگی۔ اسے گرفتار بھی کیا جائے گا اور وہ حوالۂ زنداں بھی ہو سکے گی۔ کسی صاحب کے گھر کام کرنے والی ملازمہ پر سو روپے کا نوٹ چوری کرنے کے الزام میں پرچہ بھی کٹے گا گرفتاری بھی ہوگی اور جیل بھی جانا پڑے گا۔ کسی کا پرس چھیننے، کسی بچی کے کان سے بالی اتارنے، کوئی بچہ اغواء کرنے، اشیاء سمگل کرنے، منشیات فروشی میں

ملوث ہونے گالی گلوچ اورلڑائی جھگڑا کرنے، سرکار کے خلاف تقریر کرنے، دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرنے، کسی کو زخمی یا قتل کرنے، فوج کے خلاف اکسانے، عدالت کی توہین کرنے، دھوکہ دہی کی واردات کرنے، غرض کسی بھی ملکی قانون کی خلاف ورزی کرنے والی خاتون تھانہ، کچہری، حوالات اور جیل کے تمام شکنجوں میں کسی جائے گی۔ گھروں میں صفائیاں کرتی، برتن مانجھتی، پوچا لگاتی، کپڑے دھوتی، غلاظتیں اٹھاتی، غربت کی چکی میں پستی، فیکٹریوں میں رلتی، استحصال کی بھٹی میں جلتی، بڑی بڑی حویلیوں کا کھلونا بنتی، فاقوں کے ہاتھوں مجبور ہوکر اپنے بچے اور اپنا آپ بیچتی، کھیتوں کھلیانوں کی خاک چھانتی، کوڑے کے ڈھیروں سے رزق چنتی اور خودکشیاں کرتی خواتین اس ترمیمی قانون کے دائرے سے خارج ہیں۔ مجوزہ بل صرف اور صرف ایک خاتون کو تحفظ دیتا ہے۔ وہ جو سب سے قبیح جرم میں ملوث پائی جائے۔ سارے پاپڑ صرف اسی کی تکریم وتعظیم کے لئے بیلے جارہے ہیں اور صرف اسی کی خاطر حدود اللہ کے قلعے میں نقب لگائی جارہی ہے۔ اگر میں غلط ہوں تو ترمیمی بل کی حمایت میں گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے اور اپوزیشن پر بل پھاڑنے کے گناہ کبیرہ کا الزام لگانے والے اہل سرکار ودربار، زنا کے جرم میں ملوث ہونے والی خاتون کے علاوہ کسی ایک خاتون کا حوالہ دے دیں جسے مجوزہ ترمیمی بل ریلیف فراہم کرتا ہو۔ تو جب ہزاروں چھوٹے یا بڑے جرائم میں ملوث اور ستم ہائے روزگار کے چرکے کھاتی لاکھوں کروڑوں خواتین کو نظر انداز کرکے صرف ایک عورت کو تحفظ دینا مطلوب ہے تو اس بل کو تحفظ خواتین کا نام کیوں دیا جارہا ہے؟۔ اسے قانون تحفظ...... کیوں نہیں کہا جارہا؟۔

دو چار دن قبل میں نے برادرم محمد اعجاز الحق کے کمال فن کی داد دی تھی۔ جو جنرل محمد ضیاء الحق کے ورثے کی گٹھڑی سر پر اٹھائے جنرل پرویز مشرف کے عہد کی روشن خیال راہوں پر اس استقامت سے رواں دواں ہیں کہ رشک آتا ہے اب انہیں ضیاء الحق مرحوم کے جاری کردہ حدود آرڈیننس کا ڈنک نکالنے کے لئے تیار کئے گئے ترمیمی بل کا جائزہ لینے والی چوبیس رکنی کمیٹی کا سربراہ بنادیا گیا ہے۔ یہ ان کی سیاسی زندگی کا بڑا اور کڑا امتحان ہے۔ لیکن میرا وجدان کہتا ہے کہ وہ کمال ہنرمندی کے ساتھ اس پل صراط سے بھی ہنستے مسکراتے گزر جائیں گے۔

مرکزی ناظم اعلیٰ کا دورہ بھکر

گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری ایک روزہ تبلیغی دورہ پر بھکر تشریف لے گئے۔ رات کا قیام مدرسہ جامعہ فاروقیہ میں کیا۔ صبح بعد نماز فجر درس دیا۔ نماز جمعہ جامع مسجد رحمت اللعالمین میں پڑھائی۔ بعد ازاں شفیق خاں میموریل ٹرسٹ ہسپتال کا دورہ کیا۔ ٹرسٹ کے بانی رفیق احمد خاں کی فلاحی کاوش کو سراہتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔ اس تبلیغی دورے کا اہتمام جناب ڈاکٹر دین محمد فریدی، مولانا محمود الحسن فریدی، جناب رفیق احمد خاں نیازی، جناب ڈاکٹر محمد صفدر ودیگر جماعتی رفقاء نے کیا۔

۞...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ماتلی کے انتخابات مولانا محمد علی کی سربراہی میں ہوئے۔ جس میں درج ذیل عہدیداروں کا چناؤ عمل میں لایا گیا۔ سرپرست: مولانا عبدالحق، امیر: ریاضت شاہ، ناظم: خورشید علی، ناظم تبلیغ: مولانا محمد رمضان، نشرواشاعت: راؤ منصور عباس، مالیات: اعجاز احمد خان، مرکزی نمائندہ: مولانا محمد رمضان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جرمِ توہینِ رسالت..........چند پہلو

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

① آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اللہ جل شانہ نے وہ تمام انسانی بلند اوصاف و اخلاق جمع فرمادی تھی جن پر ''شرف انسانی'' کی بنیاد قائم ہے اور جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے ''وانک لعلی خلق عظیم'' کے بلیغ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں، ایک مسلمان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات، آپ کی سنت و سیرت اور زندگی گزارنے کی ایک ایک ادا، اس طرح قابل تقلید اور محبوب ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی طرف اس کا اسلام اور ایمان نگاہ اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتا، حضور ہی اس کے لئے عقیدتوں اور محبتوں کا چشمہ خیر ہیں اور ان ہی کے نام سے اس کی آبرو قائم ہے، وہ بجا طور پر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ ''آبروئے ما زنام مصطفیٰ است''...... بلکہ اس کی عقیدت اور عقیدے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ:

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است   کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور کی سیرت، کسی خاص ملت کا نہیں بلکہ وہ سرمایہ انسانیت ہے، خود غیر مسلم مورخین نے جگہ جگہ اس کا اعتراف و اقرار کیا ہے، ان مورخین اور مصنفین کی ایک طویل فہرست ہے۔ یہاں صرف مشہور فرانسیسی مورخ لامارتاں کی تحریر کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، وہ اپنی مشہور کتاب ''تاریخ ترکیہ'' میں لکھتا ہے:

''دنیا میں کسی انسان نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نصب العین سے بلند نصب العین اپنے سامنے نہیں رکھا۔ یہ عظیم الشان نصب العین کیا تھا، خدا اور بندے کے درمیان توہمات کے پردے اٹھا دینا، خدا کو انسان کے قلب میں رچا دینا، انسان کو خدائی صفات کے رنگ میں رنگ دینا اور صدہا باطل خداؤں کی بجائے خدا کا منزہ اور مقدس تصور پیش کرنا۔ آج تک کبھی کسی انسان نے اتنے بڑے کام کا بیڑا نہیں اٹھایا، جس کے وسائل اور ذرائع اس قدر محدود ہوں اور مقصد اتنا دشوار اور اس کی قدرت سے باہر ہو...... نصب العین کی بلندی، وسائل کی کمی اور پھر نتائج ایسے درخشاں حاصل کرنا اگر یہ کسی انسان کی غیر معمولی قابلیت کا معیار نہیں تو کون ہے، جو اس میدان میں محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کسی دوسرے انسان کو پیش کرنے کی جرات کرسکتا ہے؟ دنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ، قانون یا سلطنتیں پیدا کیں، وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کر سکتے جو اکثر اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئیں۔ لیکن اس انسان نے صرف جیوش، اعسا کر، مجالس قانون ساز، وسیع سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں کو ہی حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسانوں کے قلوب کو بھی، جو اس زمانہ کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ اس شخصیت نے قربان گاہوں، دیوتاؤں، مذاہب ومناسک، تصورات اور معتقدات بلکہ روحوں تک کو ہلا دیا..... اس نے ایسی قومیت کی بنیاد رکھی، جس نے دنیا کی مختلف نسلوں اور زبانوں کے امتزاج سے ایک امت واحدہ پیدا کردی۔ یہ لافانی امت اور باطل خداؤں سے سرکشی اور تنفر اور ایک خدائے واحد کے لئے والہانہ عشق...... اس نے تمام باطل خداؤں کی عبادت گاہوں کو ڈھا دیا اور ایک تہائی دنیا میں آگ لگادی۔...... ''اس کی پاک زندگی، اس کی توہم پرستی کے خلاف جنگ، مکی دور میں طرح طرح کے مصائب کا حیرت انگیز استقلال اور صبر سے مقابلہ کرنا، پھر اس کی ہجرت اور دعوت رشد وہدایت، خدا کی راہ میں غیر منقطع جہاد، اپنے مقصد کی کامیابی پر یقین محکم اور نا مساعد حالات میں اس کی مافوق البشر جمعیت خاطر، فتح وکامرانی میں تحمل وعفو، کسی سلطنت سازی کے لئے نہیں، بلکہ خالص خدائی مقاصد کی کامیابی کے واسطے۔ اس کی شبانہ روز نمازیں، دعائیں، اپنے معبود سے راز ونیاز کی باتیں، اس کی حیات، اس کی رحلت اور بعد وفات اس کی مقبولیت یہ تمام حقائق کس قسم کی سیرت کی گواہی دیتے ہیں۔ عظیم مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغامبر، مقنن، سپہ سالار، نہ صرف اجسام بلکہ اذہان وقلوب پر غلبہ پانے والا، صحیح نظریہ حیات کو علی وجہ البصیرت قائم کرنے والا، بہت سی سلطنتیں اور ان سب پر آسمانی بادشاہی کا بانی...... یہ ہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...... ان تمام معیاروں کو اپنے ساتھ لاؤ، جس سے انسان کی عظمت اور بلندی کو ناپا اور پرکھا جاسکتا ہے، اس کے بعد بتاؤ کہ کیا دنیا میں اس سے بزرگ تر اور کوئی انسان کبھی ہوا ہے؟''

(تاریخ ترکیہ جلد اول، صفحہ:۲۷۶)

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کسی مسلمان کی عقیدت ومحبت، بے حقیقت جذباتی نظریے کی بنیاد پر نہیں، بلکہ یہ اس کے ایمان کا جزء اور اس کے دین کا حصہ ہے، حضورہی اس کی محبتوں کا محور اور اس کی تمناؤں کی آماج گاہ ہے، حضورہی کی اتباع اس کے سعی وعمل کے لئے نمونہ بہشت ہے اور اسی میں اس کی ابدی سعادت کا راز مضمر ہے، قرآن کریم نے جگہ جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے:

﴿قل إن كان اباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحب إليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى يأتي الله بأمره والله لا يهدي القوم الفاسقين﴾

''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا

کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بیٹھ جانے کا تم کو اندیشہ ہو، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (سزا دینے کے لئے) اپنا حکم بھیج دے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔(التوبہ:۲۴)۔

ایک اور آیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے:

﴿وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب﴾

"اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو، اور جس سے وہ تمہیں روک دیں، رک جایا کرو۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت سزا دینے میں بڑا سخت ہے"۔(الحشر:۷)

ایک دوسری آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے، سر تسلیم خم کرنے کو مؤمنین کا شیوہ بتلاتے ہوئے کہا گیا:

﴿إنما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا﴾

"ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ (ایمان والے) کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا"۔(النور:۵۱)

ایک اور جگہ وضاحت کر دی ہے کہ اللہ اور رسول کے فیصلے اور حکم آنے کے بعد کسی مؤمن مرد، عورت کے شایان شان نہیں کہ وہ اس کے برعکس من مانی کریں، ایسی صورت میں سوائے تعمیل حکم کے اس کے لئے کسی اور راہ کو اختیار کرنے کی گنجائش نہیں، ارشاد ہے:

﴿وما کان لمؤمن ولا مؤمنہ إذا قضی اللہ ورسولہ أمرا ان یکون لھم الخیرۃ من أمرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا﴾

"اور کسی مؤمن مرد یا مؤمن عورت کے لئے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں جا پڑے گا"۔(الاحزاب:۳۶)

حضرت انسؓ کی حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے نقل فرمائی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یؤمن احد کم حتی اکون احب إلیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

''تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کو مجھے اپنے ماں باپ، اولاد اور باقی سب لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ ہو''۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم:۱۴، صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم:۱۷۷)

② ......عہد نبوی کے واقعات:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بعض بدبختوں کی طرف سے گستاخی کا سلسلہ کوئی نیا نہیں، خود عہد نبوی میں دربار نبوت کی بے حرمتی کے واقعات پیش آئے ہیں اور آپ کی ناموس پر کٹ مرنے والی پاکیزہ ہستیوں نے ان دریدہ دہن بدبختوں کو اپنے انجام تک پہنچایا ہے:

......ایک نابینا صحابی کی باندی حضور کی شان میں گستاخی کرتی تھی، وہ ایک رات اٹھے اور تلوار سے اس باندی کا پیٹ چاک کر کے اس کو قتل کر گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی تو فرمایا کہ اس کا خون ہدر اور رائیگان ہے۔

(بلوغ المرام فی احادیث الاحکام، ص:۱۲۳)

......کعب بن اشرف مشہور یہودی رئیس تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا اور ہجویہ اشعار کہتا، حضرت محمد بن مسلمہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش پر جا کر اس کا کام تمام کیا......

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم:۴۰۳۷)

......مدینہ منورہ میں ابوعفک نامی ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں ہجویہ نظم لکھی، حضرت سالم بن عمیرؓ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے پر جا کر اسے قتل کیا......

(سیرۃ ابن ہشام، جلد:۴، صفحہ ۲۸۳)

......فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا، لیکن شاتم رسول ابن خطل کو معافی نہیں دی گئی، اس نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑا تھا اور اسی حالت میں اسے قتل کیا گیا، ابن خطل کی دو لونڈیوں کا خون بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رائیگاں قرار دیا تھا کیونکہ وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ہجویہ اشعار گایا کرتی تھیں۔

(الکامل لابن اثیر:۲/۱۲۹، صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم:۴۰۳۵)

......عصماء بنت مروان شاعرہ تھی اور قبیلہ بنوامیہ سے اس کا تعلق تھا، اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی، حضرت عمیر بن عدی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہنے پر جا کر اس کو قتل کیا۔

(سیرت ابن ہشام، جلد:۴، صفحہ ۲۸۳)

③ ......توہین رسالت کی سزا:

عہد نبوی کے ان واقعات سے ایک بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ''توہین رسالت'' کا جرم ایسا نہیں جس سے چشم پوشی کی جائے یا اس سے درگزر کیا جائے، چنانچہ تمام ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ توہین رسالت کا مجرم

واجب القتل ہے۔..... علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ’’حاصل یہ ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور اس کے قتل کے درست ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے‘‘۔ (جلد۴، صفحہ:۲۴)

فقہ مالکیہ کے مشہور عالم قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور تنقیص کرنے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہو چکا ہے‘‘۔ (کتاب الشفاء:۲/۲۱۱)

فقہ حنفی کی مشہور شخصیت امام سرخسی رحمہ اللہ شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شتم کیا، آپ کی توہین کی، دینی یا شخصی اعتبار سے آپ پر عیب لگایا، آپ کی صفات میں کسی صفت پر نکتہ چینی کی تو چاہے یہ شاتم رسول مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہودی ہو یا عیسائی یا غیر اہل کتاب، ذمی ہو یا حربی، خواہ یہ شتم واہانت عمداً ہو یا سہواً، سنجیدگی سے ہو یا بطور مذاق، وہ دائمی طور پر کافر ہوا، اس طرح پر کہ اگر وہ توبہ بھی کرلے تو اس کی توبہ نہ عنداللہ قبول ہوگی نہ عندالناس اور شریعت مطہرہ میں متاخر ومتقدم تمام مجتہدین کے نزدیک اس کی سزا اجماعاً قتل ہے‘‘۔ (خلاصۃ الفتاویٰ:۳/۳۸۶)

بعض مغرب زدہ مسلمان دانشوروں نے ’’تنقید اور توہین‘‘ کا شوشہ چھوڑ کر اس بات پر جو زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو تنقید اور توہین کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے، توہین رسالت کی تو گنجائش نہیں لیکن تنقید پر مسلمانوں کو جذبات میں نہیں آنا چاہیے، یہ درست نہیں، منصب نبوت ہر قسم کی تنقید سے بلند ہے، انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور حضور سید الانبیاء ہیں، منصب نبوت کی طرف کسی قسم کی انگشت نمائی یا تنقید ’’توہین رسالت‘‘ ہی کے زمرے میں آتی ہے، امت کے جلیل القدر علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، یہ دانشور اگر ان کتابوں کا بغور مطالعہ کرلیں تو انہیں مستشرقین کے دائرہ اثر سے نکلنے کا موقع مل جائے گا، علامہ تقی الدین سبکی کی کتاب ’’السیف المسلول علی من سب الرسول‘‘ علامہ ابن الطلاع اندلسی کی تالیف ’’اقضیۃ الرسول‘‘ مشہور حنفی عالم، علامہ زین العابدین شامی کی ’’تنبیہ الولاۃ علی احکام شاتم خیر الانام‘‘ اور علامہ ابن تیمیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ’’الصارم المسلول علی شاتم الرسول‘‘...... اس موضوع پر ایسی کتابیں ہیں جنہوں نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا اور سب اس پر متفق ہیں کہ بارگاہ رسالت میں کسی بھی قسم کی تنقید کی سزا موت اور قتل ہے۔

چنانچہ جب اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور مسلمانوں کی عدالتیں دشمنوں کے دباؤ سے آزاد تھیں، تب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو مجرم موت کی سزا پاکر کیفر کردار تک پہنچ جاتا بلکہ نویں صدی کے وسط میں اندلس کے اندر ’’شاتمین رسول‘‘ نے ایک جماعت کی شکل اختیار کرلی تھی لیکن مسلمان قاضیوں نے کوئی نرمی نہیں برتی اور اس کیس کے ہر مجرم کو سزائے موت دی، یولوجیس نامی عیسائی اس گروہ کا سربراہ تھا اور اس کی سزائے موت کے ساتھ ہی مسلم ہسپانیہ میں اس بدبخت جماعت کا خاتمہ ہوا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے، تاریخ ہسپانیہ، جلد۱، صفحہ:۲۰۰)

☆......☆

(جاری ہے............

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ......فضائل ومناقب!

پروفیسر حافظ محمد عبداللہ

نام، نسب، خاندان

آپ کا نام نامی اسم گرامی علی، کنیت ابوالحسن وابوتراب، لقب اسد اللہ حیدر اور مرتضیٰ، والد کا نام ابوطالب والدہ کا نام فاطمہؓ، آپ کا نسب رسول کریم ﷺ سے اس قدر قریب ہے کہ مصطفیٰ ﷺ ومرتضیٰؓ ایک دوسرے کے عم زاد بھائی تھے۔ حضرت علیؓ نجیب الطرفین ہاشمی تھے۔

ابتدائی حالات

آپ بعثت رسول اللہ ﷺ سے دس سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ بعثت کے بعد جب حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنے قبیلہ بنو ہاشم کے سامنے اسلام پیش کیا تو حضرت علیؓ نے سب سے پہلے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس وقت ان کی عمر مختلف مورخین کے قول کے مطابق آٹھ، نو یا دس سال تھی۔ تاہم ان کا یہ مومنانہ وجرأت مندانہ کارنامہ قبل از بلوغ ہے۔

جناب ابوطالب کثیر العیال تھے۔ معاش کی تنگی نے پریشان کر رکھا تھا۔ جب مکہ مکرمہ میں قحط پڑا تو پیغمبر کریم ﷺ نے محبوب چچا کی عسرت سے متاثر ہو کر اپنے دوسرے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہمیں اس مصیبت وپریشانی میں جناب ابوطالب کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے جعفر بن ابی طالبؓ کو اور رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی آغوش کفالت وتربیت میں لے لیا۔ چنانچہ وہ اس وقت سے برابر حضور پرنور ﷺ کے ساتھ رہے۔

چونکہ آغوش نبوت میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے پیغمبر خدا ﷺ کی بے شمار صفات آپ میں منعکس ہوئیں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ میں سب سے اعلیٰ درجہ کے فصیح وبلیغ اور اونچے درجہ کے خطیب تھے اور شجاعت وبہادری میں مثالی حیثیت رکھتے تھے۔ اس درجہ کے بہادر اور دلیر تھے کہ جس رات نبوت کے بدر منیر نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کے بستر پر پرخطر رات گزاری۔

ہجرت کے دوسرے سال رسول مقبول ﷺ نے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ بنت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے آپ کا نکاح کر دیا۔ جن سے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، محسنؓ، زینب کبریٰؓ اور ام کلثوم کبریٰ پیدا ہوئیں۔

حضرت علیؓ پیغمبر خدا ﷺ کے ہر وقت قریب رہتے اور اکثر رسول اکرم ﷺ کے معاہدے تحریر کرتے تھے۔ سوائے غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے شانہ بشانہ رہے اور بہادری کے جوہر دکھائے۔

دراصل ۹ ہجری میں جب پیغمبر ﷺ نے تبوک کا قصد فرمایا تو حضرت علیؓ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا۔ شیر خدا کو شرکت جہاد سے محرومی کا غم تو تھا ہی منافقین کی طعنہ زنی نے اور بھی رنجیدہ کیا۔

سرور کائنات ﷺ کو اس کا حال معلوم ہوا تو ان کا غم دور کرنے کے لئے فرمایا کہ علیؓ! کیا تم اسے پسند نہیں کرو گے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری)

حضور اکرم ﷺ نے سفر آخرت فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر تمام مسلمانوں نے اتفاق کیا اور سب نے بیعت کی تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے مشیر و معاون رہے۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی حضرت علیؓ کی رائے اور مشورہ کی بہت اہمیت تھی اور اکثر کام ان کے مشورہ سے کئے جاتے تھے۔

۳۵ ہجری میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ نے مسند خلافت کو زینت بخشی۔ چار سال نو ماہ تخت خلافت پر متمکن رہ کر ۱۸ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھوں زہر آلود تلوار کا زخم کھا کر ۲۱ رمضان کو جام شہادت نوش کیا اور کوفہ کے قریب ہی مقام نجف میں مدفون ہوئے۔

فضائل و مناقب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بچپن ہی سے درسگاہ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا اور سفر و حضر میں صحبت نبوی ﷺ میں رہ کر خوب خوب اکتساب فیض کیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے بارگاہ رسالت میں جناب امیرؓ کے اس تقرب و تربیت کو ان کے فضائل کی اصلی بنیاد قرار دیا ہے اور مسند امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے فضائل میں اس کثرت سے روایات ہیں کہ کسی دوسرے صحابی کے متعلق اس کثرت سے نہیں۔

غرض حضرت علیؓ نے ابتداء ہی سے علم و فضل کے گہوارہ میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے صحابہ کرامؓ میں آپ غیر معمولی تبحر انہ فضل و کمال کے مالک اور انا مدینة العلم وعلی بابہا اور بروایت جامع ترمذی، مناقب علی المرتضیٰؓ انا دار الحکمة وعلی بابہا کہ میں علم و حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں کے طغرائے خاص سے ممتاز ہوئے۔ گو محدثین نے ان روایات میں صحت و سقم کے اعتبار سے کلام کیا ہے۔ تاہم فضائل و مناقب کے سلسلے میں محدثین کرام کے ہاں خاصا توسع پایا جاتا ہے۔

قضاء اور فیصلے

مقدمات کا فیصلہ کرنے اور حق و انصاف کا دامن تھامے رہنے میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے کمال کی استعداد اور قابلیت عطاء فرمائی تھی۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ: ''اقضانا علی واقرأنا ابی'' یعنی ہم میں سب سے موزوں فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں اور سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعبؓ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا حضرت علیؓ کو قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے حضرت علیؓ کو اقضاھم علی کی سند مل چکی ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سب سے صحیح فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔

علم اسرار وحکمت

حضرت علیؓ کو خدائے بزرگ و برتر نے شریعت مصطفویہ کے اسرار ومعارف پر اطلاع کے سلسلے میں بھی خوب نوازا تھا۔ وہ کلی طور پر شریعت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈال کر ایک کلی اصول طے کر لیتے تھے۔ چنانچہ انہیں احکام اسلام کی جزوی مصلحتوں اور ان کی تلاش وجستجو کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ بلکہ اسی قاعدہ کلیہ کے تحت جزوی مصلحتوں تک رسائی ہو جاتی تھی۔ امت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام میں ایسے بہت سے علماء گزرے ہیں جن کو یہ خداداد صلاحیت وقابلیت حاصل رہی ہے۔ مگر حضرت علیؓ کا پایہ ان سب میں بلند ہے۔

تصوف

تصوف کے اکثر سلسلے سینۂ مرتضوی پر جاکر ختم ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے اقوال وارشادات آپ کے خطبات اور درس ووعظ اور آپ کے مواعظ ونصائح اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ چنانچہ تصوف جو مذہب کی جان، شریعت کی روح اور جو خاصان امت کا حصہ ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کے حقائق ومعارف بہت خوبی سے بیان کئے ہیں۔

اخلاق وعادات

حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایام طفولیت ہی سے سرور کائنات ﷺ کے دامن عاطفت میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے وہ قدرۃً محاسن اخلاق اور حسن تربیت کا نمونہ تھے۔ نہ آپؓ کی زبان کبھی کلمۂ شرک وکفر سے آلودہ ہوئی اور نہ آپ کی پیشانی غیر خدا کے آگے جھکی۔ شراب جو عرب کی گھٹی میں تھی۔ اسلام سے قبل بھی آپ کی زبان اس سے لذت آشنانہ ہوئی۔

امانت ودیانت

آپ ابتداء ہی سے امین تھے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس قریش کی امانتیں جمع رہتی تھیں۔ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ان امانتوں کی واپسی کی خدمت حضرت علیؓ کے سپرد فرمائی۔ اپنے عہد خلافت میں آپ نے مسلمانوں کی امانت یعنی بیت المال کی جیسی امانتداری فرمائی اس کا اندازہ حضرت ام کلثومؓ کے اس بیان سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ نارنگیاں آئیں۔ امام حسنؓ وامام حسینؓ نے ایک نارنگی اٹھالی۔ جناب امیرؓ نے دیکھا تو چھین کر لوگوں میں تقسیم کردی۔

اسی طرح حضرت امیر المومنینؓ کے زمانے میں بیت المال کے خزانچی حضرت علی بن ابی رافع کا بیان ہے کہ آپ کی بیٹی زینبؓ نے عید الاضحیٰ کے موقع پر موتیوں کا ہار زینت حاصل کرنے کے لئے ادھار منگوایا۔ حضرت علیؓ نے ان کے گلے میں یہ ہار پہچان کر مجھے بلا بھیجا اور ہار واپس کرانے کے علاوہ مجھے اور اپنی بیٹی کو ڈانٹا کہ مسلمانوں کی رضامندی اور خلیفہ کی اجازت کے بغیر مسلمانوں کے مشترکہ مال میں سے کسی چیز کا استعمال جائز نہیں۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

مگر دامن ورق وقرطاس تنگ ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

بظاہر گو حضرت علیؓ دنیاوی دولت سے تہی دامن اور خالی ہاتھ تھے۔ مگر دل غنی تھا اور اصل دولت مندی تو دل کی دولت مندی ہی ہے۔ آپ کے دروازے سے کبھی کوئی سائل خالی نہیں گیا۔ کئی دن کے فاقہ کے بعد اگر کچھ قوت لا یموت حاصل ہوئی بھی تو سائل کی صدا سن کر کھانا اس کی نذر کر دیا۔ اسی قسم کے ایک واقعہ کا اشارہ درج ذیل آیت میں ملتا ہے۔ جو اس کا شان نزول ہے اور جس کو حضرت علیؓ کی مدح وستائش کے سلسلہ میں خدائی مژدہ کہا جا سکتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

''ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً ۔ الدھر '' اور اس کی محبت میں وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

شجاعت وبسالت اور بہادری ودلیری حضرت علیؓ کا ممتاز وصف تھا۔

شجاعت

آپ نے تمام اہم غزوات میں شریک ہو کر بہادری کے جوہر دکھائے اور خیبر کی فتح تو آپؓ کے جنگی کارناموں میں خصوصی امتیاز کی حامل ہے۔ جس میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو خدا اور رسول خدا کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگلے دن یہ جھنڈا حضرت علیؓ کو عطاء فرمایا۔ جنہوں نے مرحب نامی پہلوان وشہسوار کو کیفر کردار تک پہنچایا اور خیبر کا ناقابل تسخیر قلعہ فتح کیا۔ حضرت عمرؓ جیسی ہستی اس کی آرزو اور دعا کرتی رہی کہ خدا کرے کہ کرۂ فال میرے نام نکل پڑے۔

اصابت رائے

حضرت علی المرتضیٰؓ صائب الرائے بھی تھے اور آپؓ کی اصابت رائے پر عہد نبوت ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا۔ ''واقعہ افک'' میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کے رازداروں میں جن لوگوں سے مشورہ طلب کیا ان میں ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں بھی وہ ان کے مشیر رہے۔ حضرت عمرؓ کو ان کی رائے پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آتا تو حضرت علیؓ سے مشورہ کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ:

''لو لا علی لھلک عمر '' یعنی اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

آنحضرت ﷺ نے بارہا آپ کے فیصلے کو بحال رکھا۔ چنانچہ اس قسم کے ایک فیصلے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''ما اجد فیھا الا ما قال علی '' یعنی میرے نزدیک بھی اس کا فیصلہ وہی ہے جو علیؓ نے کیا۔

اسی طرح ان کے ایک فیصلہ پر خوش ہو کر فرمایا کہ:

''الحمدللہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت '' یعنی اس خدا کا شکر ہے۔ جس نے ہم اہل بیت کو حکمت سکھائی۔

مختصر یہ کہ حضرت علیؓ مجمع اوصاف حمیدہ، اخلاق عالیہ اور بمقتضائے فیض صحبت نبوی ﷺ منبع فیض وکمالات تھے۔

(بشکریہ ماہنامہ مناقب)

برکات رمضان......اور فضائل ومسائل!

مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۰ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

’’یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاماً معدودات۰ البقرہ‘‘ ﴿اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے۔ جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے گزرے۔ تاکہ تم متقی ہوجاؤ۔ (یہ روزے) چند دن کے ہیں۔﴾

’’عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من صام رمضان ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ ومن قام لیلۃ القدر ایماناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۰ رواہ البخاری ومسلم‘‘ ﴿حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے رمضان (کی راتوں میں) ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے قیام کیا۔ (تراویح اور نفل میں مشغول رہا) اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھتے ہوئے قیام کیا۔ (تراویح، نوافل، تلاوت، ذکر الٰہی اور دعا میں مشغول رہا) اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔﴾

(بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، ج۱ص۱۷۳)

اس مبارک حدیث میں رمضان شریف کے روزے رکھنے پر پچھلے گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے اور رمضان کی راتوں میں قیام یعنی تراویح ونوافل پڑھنے کی بھی فضیلت بتائی ہے۔ ساتھ ہی شب قدر میں قیام کرنے کی فضیلت بتائی ہے۔

’’وعن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من افطر یوماً من رمضان من غیر رخصۃ ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ۰ رواہ الترمذی ابوداؤد، وابن ماجہ ولد ارمی والبخاری فی ترجمۃ باب‘‘ ﴿حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (شرعی) اجازت اور مرض کی (مجبوری) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا۔ (اگر وہ ساری) عمر (بھی) روزے رکھے تب بھی اس کی قضا نہیں ہوسکتی۔﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷۷، بحوالہ احمد وترمذی وغیرہما)

حدیث بالا میں رمضان کے روزوں کی فضیلت اور دینی حیثیت بتائی ہے کہ اگر کسی نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر شرعی رخصت (مسافرت وغیرہ) اور بغیر مرض کے چھوڑ دیا اس نے اپنا بہت بڑا نقصان کیا۔ روزہ چھوڑنے کا جو کبیرہ

گناہ کیا وہ اعمال نامہ میں لکھا گیا ہے اور روزہ رکھنے پر جو ثواب عظیم ملتا۔ اس سے جو محرومی ہوئی یہ بھی بہت بڑا نقصان ہے۔ اس ایک روزے کے عوض اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی وہ بات حاصل نہ ہوگی۔ جو رمضان میں روزے رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہاں ایک روزہ قضاء کی نیت سے رکھ لینے سے مسئلہ کے اعتبار سے تو یہ کہہ دیں گے کہ قضاء رکھنے کی ذمہ داری سے سبکدوشی ہوگئی اور ضابطہ کی قضاء رکھنے کا جو حکم ہے اس کی تعمیل سمجھی جائے گی۔ لیکن یہ خیال کر لینا کہ اس سے ثواب کی تلافی ہو جائے گی۔ جو رمضان میں روزہ رکھنے سے ملتا اور وہ برکتیں بھی نصیب ہو جائیں گی۔ جو ماہ رمضان میں روزہ رکھنے سے حصے میں آ جاتیں یہ غلط خیال ہے۔

آج کل بہت سے ہٹے کٹے تندرست اور تومند لوگ رمضان شریف کے روزے نہیں رکھتے۔ ذرا سی بھوک و پیاس اور معمولی سی بیڑی سگریٹ اور پان تمباکو کی طلب پوری کرنے کی وجہ سے روزے کھا جاتے ہیں اور سخت گناہ گار ہوتے ہیں۔ یہ زبردست بزدلی اور بے ہمتی بلکہ بہت بڑی بے وفائی ہے کہ جس نے جان دی اعضاء دیئے۔ انسانیت کا شرف بخشا اس کے لئے ذرا سی تکلیف گوارا نہیں۔ رمضان کے روزے رکھنا ان پانچ ارکان میں سے ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے اس نے اسلام کا ایک رکن گرادیا اور سخت مجرم ہوا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لئے چھوڑتا ہے۔ (پھر فرمایا کہ) روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری اس وقت ہوگی جب اللہ سے ملاقات کرے گا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے اور روزے ڈھال ہیں۔ (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے۔ پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (لڑنا جھگڑنا، گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں) (بخاری و مسلم)

اور فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور (سرکش) شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام ریان ہے۔ اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ (ایضاً عن سہل بن سعد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ روزے اور قرآن بندہ کے لئے سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے رب میں نے اس کو دن میں کھانے سے اور دیگر خواہشات سے روک دیا۔ لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجئے۔ قرآن عرض کرے گا کہ رات کو میں نے اسے سونے نہ دیا۔ لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجئے۔ چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔ (بیہقی فی الشعب)

رمضان المبارک میں ثواب بھی بڑھا دیا جاتا ہے اور شیاطین بھی جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ہر رات کو اللہ کا منادی پکار کر کہتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے آگے بڑھ اور اے برائی تلاش کرنے والے رک جا۔ (مشکوٰۃ)

دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے گنہگار جو گناہوں پر ضد اور اصرار کرتے ہیں ماہ رمضان میں توبہ کر لیتے ہیں۔ بے نمازی رمضان میں نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ حرام خور حرام کو اور شراب خور شراب کو چھوڑ دیتے ہیں اور نماز کی پابندی لاکھوں آدمی کرنے لگتے ہیں۔ شاید کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ جب شیاطین بند ہو جاتے ہیں۔ تو بہت سے لوگ گناہوں میں مبتلا کیوں رہتے ہیں؟۔ بات اصل یہ ہے کہ انسان کا نفس گناہ کرانے میں شیطان سے کم نہیں ہے۔ جن لوگوں کو گناہوں کی خوب عادت ہو جاتی ہے انہیں گناہوں کا چسکا پڑ جاتا ہے۔ شیطان کے ترغیب دیئے بغیر بھی زندگی کی گاڑی گناہوں کی پٹڑی پر چلتی رہتی ہے اور یہ بات بہت خطرناک ہے۔ گناہ تو انسان سے ہو ہی جاتا ہے۔ مگر گناہ کا عادی بننا اور اس پر اصرار کرنا بہت ہی زیادہ خطرناک ہے۔ جہاں گناہ کرانے کے لئے شیطان کے بہکانے کی بھی ضرورت نہ پڑے وہاں نفس کی خرابی کا کیا حال ہوگا؟۔

رمضان آخرت کی کمائی کا مہینہ ہے

رمضان المبارک کا مہینہ بہت ہی زیادہ خیر و برکت کا مہینہ ہے اور یہ مہینہ آخرت کی کمائی کا بہت بڑا سیزن ہے۔ دنیا کمانے کے جیسے مختلف مواقع رہتے ہیں۔ مثلاً سردی میں گرم کپڑے والوں کی خوب کمائی ہوتی ہے اور عید پر درزی خوب پیسے کما لیتے ہیں اور جیسے بارش میں ٹیکسی والوں کی خوب چاندی بن جاتی ہے۔ اسی طرح آخرت کی کمائی کے لئے بھی مواقع آتے رہتے ہیں۔ رمضان المبارک نیکیوں کا مہینہ ہے۔ اس میں اجر و ثواب خوب بڑھ جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت سلیمان فارسیؓ ہیں کہ ماہ رمضان میں نفل کا ثواب فرض ادا کرنے کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرض ادا کرنے کے برابر ملتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح:۱۷۳)

رمضان المبارک کا کوئی منٹ ضائع نہ جانے دیں۔ نیک کاموں میں لگیں۔ تلاوت قرآن زیادہ سے زیادہ کریں۔ ذکر اور دعا اور توبہ استغفار میں مشغول رہیں۔ لا الہ الا اللہ کی کثرت کریں۔ جنت کا سوال کریں۔ دوزخ سے پناہ مانگیں۔ بس پورے مہینے کو غنیمت جانیں۔

تراویح

رمضان کی راتوں میں نماز تراویح کا خاص اہتمام کریں اور رمضان میں روزانہ رات کو بیس رکعت تراویح مردوں اور عورتوں کے لئے سنت موکدہ ہے۔ عورتیں گھروں میں پڑھیں اور مرد مسجدوں میں جا کر با جماعت نماز تراویح ادا کریں۔ ماشاء اللہ بہت سی عورتیں روزے تو خوب رکھتی ہیں اور شب قدر میں خوب جاگتی ہیں۔ مگر تراویح میں سستی کرتی ہیں۔ یہ سخت غلطی ہے۔ تراویح ترک کر کے گناہ گار نہ بنو۔ اگر بچوں کے رونے چھینکنے کی وجہ سے عشاء کے بعد پوری نہ پڑھ سکو تو جو رکعات رہ جائیں وہ سحری میں پڑھ لو۔ سب ہی شروع وقت میں نہ پڑھی جائیں تو سحری میں پڑھ لو۔ ناغہ نہ کرو۔

رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کیا جائے

''وعن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا دخل العشر شد میزرہ واحیٰی لیلہ وایقظ اهله • رواہ البخاری ومسلم '' ﴿حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اقدس ﷺ اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لئے) جگاتے تھے۔﴾ (مشکوٰۃ شریف،ص۱۸۲،بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: ایک حدیث میں ہے کہ محبوب رب العالمین ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے ایام میں اتنی محنت نہ کرتے تھے۔ (مسلم عن عائشہؓ)

حضرت عائشہؓ نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ تہبند کس لیتے تھے۔ علماء نے اس کے دو مطلب بتائے ہیں۔ ایک کہ یہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں رات جاگتے تھے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اردو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لئے بولا جاتا ہے کہ خوب کمر کس لو۔ دوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیویوں کے پاس لیٹنے سے دور رہتے تھے۔ کیونکہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا۔ اس لئے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلق کا موقع نہیں لگتا تھا۔ حدیث کے آخر میں جو ایقظ اھلہ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں حضور اقدس ﷺ خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور رات بھر بیدار رہتے تھے اور گھر والوں کو بھی اس مقصد کے لئے جگاتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو۔ موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو اجر وثواب کے لینے کا لالچ ہو وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا۔ پھر جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے اہل وعیال کے لئے بھی پسند کرنا چاہئے۔ حضور اقدس ﷺ خود راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے۔ پھر رمضان کے اندر خصوصاً اخیر عشرہ میں اور زیادہ عبادت بڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر آخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے۔ آپ ﷺ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں۔ لہٰذا اخیر عشرہ کی راتوں میں ان کو بھی جگاتے تھے۔ بہت سے لوگ خود تو بہت بڑی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن بال بچوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ یہ لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے۔ اگر بال بچوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے اور ان کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لئے اٹھانے اور شب قدر میں جگانے کی بھی ہمت ہو۔ جب بال بچوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو ان کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی محبت عطاء فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شب قدر کی تلاش اور اس کی دعا

''وعنها رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت قلت یا رسول اللہ ارأیت ان علمت ای لیلة لیلة

القدر ما اقول فیھا قال قولی اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی ۰ رواہ احمد وابن ماجه والترمذی وصححه ’’ ﴿حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایئے کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ فلاں رات کو شب قدر ہے تو میں کیا دعا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا کرو۔﴾

’’اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی ۰ مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۲، احمد وابن ماجه‘‘

شب قدر کی فضیلت

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے۔ پھر اس ماہ میں آخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے۔ اس عشرہ میں شب قدر ہوتی ہے۔ جو بڑی بابرکت رات ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد فرمایا کہ:

’’لیلة القدر خیر من الف شهرٍ ’’ ﴿یعنی شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔﴾

ہزار مہینے 83 سال اور چار مہینے ہوتے ہیں۔ پھر شب قدر ہزار ماہ سے کس قدر بہتر ہے۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ مؤمن بندوں کے لئے شب قدر بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے۔ ایک رات جاگ کر عبادت کر لیں اور ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب پالیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔ اس لئے تو حدیث شریف میں فرمایا کہ:

’’من حرمھا فقد حرم الخیر کله ولا یحرم خیرھا الا کل محروم ۰ ابن ماجه ’’ ﴿یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا۔ (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہو گیا۔﴾

اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ چند گھنٹے بیدار ہو کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کر لینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں۔ جو برداشت سے باہر ہو۔ تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا۔ جیسے کوئی ایک نیا پیسہ تجارت میں لگا دے اور بیس کروڑ روپیہ پالے۔ جس شخص کو ایسے بڑے نفع کا موقع ملا۔ پھر اس نے توجہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔ اس امت کی عمر بہت سے بہت ۷۰، ۸۰ سال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطاء فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا۔ محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی عمروں والی امتوں سے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہے کہ اس امت کو سب سے زیادہ نوازا۔ یہ کیسی نالائقی ہے کہ اللہ کی بہت زیادہ نوازش اور داد و دہش ہو اور ہم غفلت میں پڑے سویا کریں۔ رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو۔ خصوصاً آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو اور اس میں بھی شب قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو۔ بچوں کو بھی ترغیب دو۔

شب قدر کی دعا

حضرت عائشہؓ نے جب پوچھا کہ یارسول اللہ شب قدر میں کیا دعا کروں تو آپ ﷺ نے یہ دعا تعلیم دی۔

"اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عني" ﴿اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں۔ معاف کرنے والے کو پسند فرماتے ہیں۔ لہٰذا مجھے معاف فرمادیجئے۔﴾

دیکھئے کیسی دعا ارشاد فرمائی۔ نہ زر مانگنے کو بتایا، نہ زمین، نہ دھن، نہ دولت، کیا مانگا جائے؟۔ معافی! بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن اور مشکل ہے۔ وہاں اللہ کا کام معاف فرمانے سے چلے گا اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دنیا، نعمت اور لذت اور دولت وثروت بے کار ہوگی۔ اصل شئے معافی اور مغفرت ہی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے (جو پہلے گزر چکی ہے)

"من قام ليلة القدر ايماناً واحتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه" ﴿جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت (عبادت کے لئے) کھڑا رہا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔﴾

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے کھڑا نہ ہو۔ بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے مشغول عبادت رہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ احتساباً کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کرکے بشاشت قلب سے کھڑا ہو۔ بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے کہ ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے۔ عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوجانا ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور گناہ ہی انسان سے بہت سرزد ہوتے ہیں۔ عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہوجائے۔ کس قدر نفع عظیم ہے۔

شب قدر کی تاریخیں

شب قدر کے بارے میں حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

لہٰذا رمضان کی ۲۱ویں، ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ویں، ۲۹ویں رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ خصوصاً ۲۷ویں شب کو ضرور جاگیں۔ کیونکہ اس دن شب قدر ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اس لئے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع

فرمادیں۔ مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی اطلاع دوں۔ مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی تعیین میرے ذہن سے اٹھالی گئی۔ کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔

لڑائی جھگڑے کا اثر

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر برا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم ﷺ کے قلب مبارک سے شب قدر کی تعیین اٹھالی۔ یعنی کس رات کو شب قدر ہے۔ مخصوص کر کے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا۔ وہ قلب سے اٹھالیا گیا۔ اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کا فائدہ ہوگیا۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی ذکر کریں گے۔ لیکن سبب آپس کا جھگڑا بن گیا۔ جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا پتہ چلا۔

شب قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح

علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ یعنی مقرر کر کے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں۔

اوّل: یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو۔ متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

دوسری: یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کے بغیر نہیں رہتے۔ تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندیشناک تھی۔

تیسری: یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اگر چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی چند راتیں میسر ہو ہی جاتی ہیں۔

چوتھی: یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں۔ ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔

پانچویں: یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ، ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں۔ اس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلادی گئی ہو اور اس کے بعد مصالح کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تعیین چھوڑ دی گئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها ان النبی ﷺ کان یعتکف العشر الا واخر من رمضان حتی توفاه اللہ ثم اعتکف ازواجه من بعده. رواه البخاری ومسلم“ ﴿حضرت عائشہ

روایت فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرماتے تھے۔ وصال ہونے تک آپ کا معمول رہا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۳، بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح: رمضان المبارک کی ہر گھڑی اور منٹ و سیکنڈ کو غنیمت جاننا چاہیے۔ جتنا ممکن ہو اس ماہ میں نیک کام کر لو اور ثواب لوٹ لو۔ پھر رمضان میں بھی آخری دس دن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

رمضان کے آخری دس دن (جن کو عشرۂ آخیرہ کہا جاتا ہے) اعتکاف بھی کیا جاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ ہر سال ان دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور آپ ﷺ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کا اہتمام کیا۔ جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہوا۔ یہ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ زمانہ نبوت کی عورتیں نیکیاں کمانے کی دھن میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔

اعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ اس میں انسان یکسو ہو کر اپنے اللہ سے لو لگائے رہتا ہے اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر بھی ہوتی ہے۔ اس لئے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

مرد ایسی مسجد میں اعتکاف کریں جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو اور عورتیں اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں۔ اپنے گھر میں جو جگہ نماز کے لئے مقرر کر رکھی ہو ان کے لئے وہی مسجد ہے۔ عورتیں اسی میں اعتکاف کریں۔ رمضان کی بیسویں تاریخ کا سورج چھپنے سے پہلے عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی نیت سے عورتوں کو گھر کی مسجد میں اور مردوں کو پنج وقتہ نماز با جماعت والی مسجد میں جم کر رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ جم کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے تک مسجد ہی کی حد میں رہے۔ البتہ پیشاب، پاخانہ کے لئے وہاں سے چلے جانا درست ہے۔ اعتکاف کرے تو ہر وقت مسجد میں رہے۔ وہیں سوئے، وہیں کھائے، قرآن پڑھے، نفلیں پڑھے، تسبیحوں میں مشغول رہے۔ جہاں تک ممکن ہو راتوں کو جاگے اور عبادت کرے۔ خاص کر جن راتوں میں شب قدر کی امید ہو۔ ان راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کرے۔

مسئلہ: اعتکاف میں میاں بیوی کے خاص تعلقات والے کام جائز نہیں ہیں نہ رات میں نہ دن میں۔

مسئلہ: یہ جو مشہور ہے کہ جو اعتکاف میں ہو وہ کسی سے نہ بولے نہ چالے، یہ غلط ہے۔ بلکہ اعتکاف میں بولنا چالنا اچھی بات کرنا، کسی کو نیک بات بتا دینا اور برائی سے روک دینا۔ بال بچوں اور نوکروں و نوکرانیوں کو گھر کا کام کاج بتا دینا یہ سب درست ہے اور عورت کے لئے اس میں آسانی بھی ہے کہ اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھی رہے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے گھر کا کام کاج بھی بتاتی رہے۔

مسئلہ: اگر اعتکاف میں عورت کا ماہواری شروع ہو جائے تو اس کا اعتکاف وہیں ختم ہو گیا۔ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں اگر ایسا ہو جائے تو کسی عالم سے مسائل معلوم کر کے قضا کر لیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اعتکاف معتکف کو گناہوں سے روکتا ہے اور اس کے لئے (ان) سب نیکیوں کا ثواب (بھی) جاری رہتا ہے۔ جنہیں اعتکاف کے باعث انجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

فائدہ: جس دن صبح کو عید یا بقر عید ہو اس رات کو بھی ذکر عبادت اور نفل نماز سے زندہ رکھنے کی فضیلت آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ رکھا اس دن اس کا دل مردہ نہ ہوگا۔ جس دن دل مردہ ہوں گے۔ (یعنی قیامت کا دن) (الترغیب والترھیب)

کن لوگوں کو روزہ رمضان چھوڑ کر بعد میں رکھنے کی اجازت ہے

”وعن انس بن مالك الكعبیؓ قال رسول اللهﷺ ان الله وضع عن المسافر شطر الصلوٰة والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلیٰ ۔ رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه “ ﴿حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لئے نماز کا ایک حصہ معاف فرما دیا ہے اور رمضان کے روزے نہ رکھنے کی بھی مسافر کو اجازت دی ہے اور اسی طرح دودھ پلانے والی عورت اور حمل والی عورت کو اجازت ہے کہ روزے نہ رکھے اور بعد میں قضاء کر لے۔﴾ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۸ج ا باب صوم المسافر)

تشریح: رمضان المبارک کا ایک روزہ چھوڑ دینا بھی بہت بڑا گناہ ہے اور جو فرض روزہ چھوڑنے کا مرتکب ہو وہ فاسق و فاجر ہے۔

مریض: البتہ جو شخص ایسا مریض ہو کہ روزہ سے اس کی جان پر بن آنے کا اندیشہ ہو یا جو سخت مرض میں مبتلا ہو اور روزے کی وجہ سے مرض کے طول پکڑ جانے کا غلب گمان ہو۔ اس کے لئے جائز ہے کہ رمضان شریف کے روزے رمضان میں نہ رکھے اور اس کے بعد جب اچھا ہو جائے قضا رکھ لے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جسے عام طور پر لوگ جانتے ہوں۔ لیکن اس میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ معمولی معمولی مرض میں روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔ گو اس مرض کے لئے روزہ مضر بھی نہ ہو۔ دوم یہ کہ فاسق اور بے دین بلکہ بد دین ڈاکٹروں کے قول کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر کہہ دیتے ہیں کہ روزہ نہ رکھے گا۔ ان ڈاکٹروں کو روزوں کی نہ قیمت معلوم ہے نہ شرعی مسئلہ کی صحیح صورت کا علم ہے۔ نہ خود انہیں روزہ رکھنے کی عادت ہے۔ نہ ان کے دل میں کسی مومن کے روزے کا درد ہے۔ ایسے لوگوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ چونکہ عموماً ڈاکٹر آج کل فاسق ہی ہیں۔ اس لیے مریض کو اپنی صوابدید سے اور کسی ایسے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے فیصلہ کرنا چاہئے۔ جو خوف خدا رکھتا ہو اور جو مسئلہ شرعیہ سے واقف ہو۔ سوم یہ کوتاہی عام ہے کہ بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ دیتے ہیں اور پھر رکھتے ہی نہیں اور بہت بڑی گناہگاری کا بوجھ لے کر قبر میں چلے جاتے ہیں۔

مسافر: مسافر جو مسافت قصر کے ارادے سے شہر یا بستی سے نکلا جب تک سفر میں رہے گا مرد ہو یا عورت چار رکعتوں والی نمازوں کی جگہ دو رکعتیں فرض پڑھے گا۔ ہاں اگر کسی ایسے امام کے پیچھے جماعت میں شریک ہو جائے۔ جو مسافر نہ ہو تو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ نیز اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو مسافر کے حکم میں نہیں رہے گا اور پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ مسافت قصر ۴۸ میل ہے۔ اتنی دور کا ارادہ کر کے روانہ ہو جانے پر شرعی مسافر ہے۔ جبکہ اپنے وطن سے نکل جائے۔ اتنی دور کا مسافر خواہ پیدل سفر کرے خواہ بس سے خواہ ہوائی جہاز سے یا اور کسی تیز رفتار سواری سے شرعی مسافر بن جائے گا۔ شریعت نے نماز قصر کی بنیاد مسافت قصر پر رکھ دی ہے۔ اگر چہ تکلیف نہ ہو تب بھی چار رکعت والے فرض کی جگہ دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ اگر پوری چار رکعتیں پڑھ لیں تو برا کیا۔

مسئلہ: جس مسافر کو چار رکعت والی نماز فرض کی جگہ دو رکعت پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ رمضان شریف کے موقع پر سفر میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں گھر آ کر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء کر لے۔ خواہ ہوائی جہاز یا موٹر کار سے سفر کیا ہو اور خواہ کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی ہو۔ اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لے گا تو مسافر نہ ہوگا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ بہت سے لوگ جس طرح مرض کی حالت میں روزہ چھوٹ جانے پر بعد میں قضا نہیں رکھتے۔ اسی طرح لوگ سفر میں روزہ چھوڑ کر بعد میں گھر آ کر قضا نہیں رکھتے اور گنہگار مرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: ”فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضاً او على سفرٍ فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر “ ﴿جو شخص اس ماہ میں موجود ہو وہ ضرور اس میں روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں۔﴾

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مریض اور مسافر کو روزہ معاف نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دے دی ہے۔ لیکن بعد میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء فرض ہے۔ اگر زیادہ تکلیف نہ ہو تو رمضان ہی میں روزہ رکھ لینا زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: ”وان تصوموا خير لكم “یعنی گو مرض اور سفر میں بعد میں رکھنے کی نیت سے رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن رمضان ہی میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اوّل تو رمضان کی برکت اور نورانیت سے محرومی نہ ہوگی۔ دوسرے سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر روزہ رکھنے میں آسانی بھی ہوگی اور بعد میں تنہا روزے رکھنا مشکل ہوگا۔

مسئلہ: ۴۸ میل سے کم سفر میں روزہ چھوڑنا درست نہیں۔

دودھ پلانے والی

جس طرح مریض اور مسافر کو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ (جس کی شرطیں اوپر لکھی گئیں) اسی

طرح دودھ پلانے والی عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ رمضان کے روزے نہ رکھے اور بعد میں قضاء کرے۔ روزہ رکھنے سے بچے کو دودھ نہ ملنے کی وجہ سے غذا سے محرومی ہوتی ہو۔ اگر بچہ ماں کے دودھ کے علاوہ دوسری غذا کے ذریعہ گزارہ کرسکتا ہو۔ مثلاً اوپر کا دودھ پینے سے یا دلیہ چاول وغیرہ کھانے سے بچہ کی غذا کا کام چل سکتا ہو تو دودھ پلانے والی عورت کو روزہ چھوڑنا حرام ہے اور یہ مسئلہ بھی بچے کی عمر دو سال ہونے تک ہے۔ جب بچے کی عمر دو سال ہو جائے تو اس کو عورت کا دودھ پلانا ہی منع ہے۔ اس میں روزہ چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسئلہ: دودھ پلانے والی کو شرط مذکورہ کے ساتھ رمضان کا روزہ نہ رکھنا اس صورت میں جائز ہے۔ جبکہ بچہ کا باپ دوسری عورت کو معاوضہ دے کر دودھ پلوانے سے عاجز ہو یا بچہ ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ لیتا ہی نہ ہو۔

حاملہ: جو عورت حمل سے ہو اس کو بھی رمضان شریف میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ فارغ ہونے کے بعد چھوڑے ہوئے روزے رکھ لے۔ مگر شرط وہی ہے کہ روزہ رکھنے سے بہت زیادہ تکلیف میں پڑنے یا اپنے بچے کی جان کا اندیشہ ہو۔

فدیہ کا حکم

وہ عورت یا مرد جو مستقل ایسا مریض ہو کہ روزہ رکھنے سے جان پر بن آنے کا شدید خطرہ ہو اور زندگی میں اچھے ہونے کی امید ہی نہ ہو۔ یا وہ مرد وعورت جو زیادہ بوڑھے ہوں، روزہ رکھ ہی نہیں سکتا اور روزے پر قادر ہونے کی کوئی امید نہیں یہ لوگ روزے کے بجائے فدیہ دیں۔ لیکن بعد میں کبھی روزہ رکھنے کے قابل ہوگئے تو گذشتہ روزوں کی قضاء کرنی ہوگی اور آئندہ روزے رکھنے ہوں گے اور جو فدیہ دیا ہے صدقہ میں شمار ہوگا۔

مسئلہ: ہر روزے کا فدیہ یہ ہے کہ ایک سیر 12.5 چھٹانک گیہوں یا اس کی قیمت کسی مسکین کو دے دے یا فی روزہ ایک مسکین کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

حیض والی عورت نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے لیکن بعد میں روزوں کی قضاء کرے

’’وعن معاذة قالت سالت عائشة فقلت مابال الحائض تقضی الصوم ولا تقضی الصلوٰة فقالت احرورية انت؟ قلت لست بحرورية ولکنی اسال قالت کان یصیبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نومر بقضاء الصلوٰة وفی روایة قد کانت احدنا تحیض علیٰ عهد رسول الله ﷺ ثم لا تومر بقضاء. رواہ مسلم‘‘ ﴿حضرت معاذہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا۔ کیا بات ہے کہ (رمضان کے مہینے میں) کسی عورت کو حیض آ جائے تو (ان دنوں کے) روزوں کی قضاء رکھتی ہے اور (عموماً ہر مہینے حیض آتا رہتا ہے۔ رمضان ہو یا غیر رمضان ان دنوں کی) نمازوں کی قضاء نہیں پڑھتی۔ (یہ نماز اور روزے میں فرق کیوں ہے) یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تو نیچری ہوگئی ہے؟۔ (جو احکام شریعت میں ٹانگ اڑاتی ہے) میں نے کہا میں نیچری نہیں ہوں۔ صرف معلوم کر رہی ہوں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ ہم تو اتنی بات جانتے ہیں کہ

حضور ﷺ کی موجودگی میں ہم کو حیض آ تا تھا تو نمازوں کی قضاء کا حکم نہ دیا جاتا تھا اور روزوں کی قضاء کا حکم ہوتا تھا۔﴾

(مسلم شریف ص۱۵۳ ج۱)

تشریح: حضرت معاذہؒ ایک تابعی عورت تھیں۔ بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ حضرت عائشہؓ کی خصوصی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے مذکورہ بالا سوال کیا تو انہوں نے ان سے پوچھا احروریۃ انت یعنی کیا تو حروریہ ہوگئی ہے؟۔ حروراء ایک گاؤں تھا۔ وہاں خوارج کا جمگھٹا تھا۔ یہ لوگ دین اور شریعت کو اپنی عقل کے معیار سے جانچنے کی کوشش کرتے تھے اور اپنی سمجھ کی ترازو میں تولتے تھے اسی لئے حضرت عائشہؓ نے حضرت معاذہؒ سے فرمایا کہ تو دین میں اپنی عقل کا دخل دے رہی ہے۔ یہ تو ان لوگوں کا طریقہ ہے۔ جو حروراء بستی میں رہتے ہیں۔ اسی لئے ہم نے اس لفظ کا ترجمہ نیچری سے کردیا ہے۔ بہت سے لوگ دین کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا تو منکر ہوتے ہیں یا اعتراض کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمارے اسلاف کی زبان میں نیچری کہلاتے ہیں۔ کیونکہ اپنے نیچر کے پچر دین میں لگانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا روگ ہے۔ جو دل میں حقیقی ایمان راسخ نہیں ہونے دیتا۔

جب حضرت عائشہؓ نے اپنی شاگرد معاذہؒ کی سرزنش کی تو انہوں نے جواب دیا میں نیچری نہیں ہوں۔ یعنی دین میں ٹانگ اڑانا میرا مقصد نہیں۔ البتہ حکمت معلوم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے حکمت نہ بتائی بلکہ ایک مومنانہ مضبوط جواب دے دیا کہ...... عمل کرنے کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ہم لوگوں کو حیض آتا تھا تو نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا اور رمضان میں حیض آ جاتا تھا تو ان دنوں کے روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا۔ درحقیقت ایک مومن بندہ کے لئے یہ جواب بالکل کافی ہے۔ کیونکہ مقصد زندگی حکم ربی کی تعمیل ہے نہ کہ علت وحکمت کی تلاش، اس لئے حضرت عائشہؓ نے اس پر اکتفا کیا۔ البتہ حکماء اسلام نے اس میں ایک حکمت یہ بتائی ہے کہ نمازیں روزانہ کی پانچ کی تعداد میں جمع ہو کر بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔ عورت کو گھریلو کام کاج اور بچوں کی پرورش کے مشاغل کی وجہ سے ان سب کی قضاء پڑھنا سخت مشکل ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ حیض کے زمانے کی نمازوں کو بالکل ہی معاف فرمادیا اور روزے چونکہ بارہ ماہ میں صرف ایک مرتبہ آتے ہیں اور حیض کی وجہ سے جو روزے چھوٹتے ہیں وہ زیادہ ہوتے بھی نہیں۔ ان کی قضاء رکھ لینا آسان ہے۔ اس لئے ان کی قضاء کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ عورتیں عموماً روزے رکھنے میں ماہر ہوتی ہیں اور نمازوں سے جان چراتی ہیں۔ اگر ماہواری کے دنوں کی نمازوں کی قضاء لازم کردی جاتی تو قضاء نہ پڑھتیں اور گنہگار رہتیں اور ادا کرنا مشکل بھی ہوتا۔ ”فسبحان من لا یکلف نفساً الا وسعھا“

عید کے مہینے میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت

”وعن ابی ایوب النصاریؓ ان رسول اللہ ﷺ قال من رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال کان کصیام الدھر ۔ رواہ مسلم “ ﴿حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینے میں رکھ لئے تو پورے سال

کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے۔

(مسلم شریف بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۱۷۹)

تشریح: اس مبارک حدیث میں رمضان گذرنے کے بعد ماہ شوال میں چھ نفل روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کا عظیم ثواب بتایا گیا ہے۔ ثواب دینے کے بارے میں اللہ پاک نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا مقرر فرمایا ہے۔ جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہو گئے۔ چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہو جاتے ہیں۔ قمری حساب سے ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے۔ لہٰذا چھتیس روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین سو ساٹھ روزے شمار ہوں گے اور اس طرح پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر ہر سال کوئی شخص ایسا ہی کرلیا کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزے رکھنے والا مان لیا جائے گا۔ اللہ اکبر! بے انتہا رحمت اور آخرت کی کمائی کے اللہ پاک نے کیسے بیش بہا مواقع دیئے ہیں۔

فائدہ: اگر رمضان کے روزے چاند سے انتیس ہی رہ جائیں تب بھی یہ تیس ہی شمار ہوں گے۔ کیونکہ ہر مسلمان کی نیت ہوتی ہے کہ چاند نظر نہ آئے تو تیسواں روزہ رکھے گا۔ اس اعتبار سے انتیس روزے رمضان کے اور چھ عید کے کل پینتیس روزے رکھنے سے بھی پورے سال روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ حضور اقدس ﷺ نے صرف رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھنے پر اس ثواب کی خوشخبری سنائی ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایک روزہ چاند کی وجہ سے رہ گیا تو ثواب پورے سال کا ہوگا یا نہیں۔

فائدہ: بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ یہ ثواب اسی وقت ملے گا جب کہ عید کے بعد دوسرے دن کم از کم ایک روزہ ضرور رکھ لے یہ غلط ہے۔ اگر دوسری تاریخ سے روزے شروع نہ کئے اور پورے ماہ شوال میں چھ روزے رکھ لئے تب بھی یہ ثواب مل جائے گا۔

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر بھی واجب ہے۔ اس میں بھی غریبوں کی حاجت روائی کا انتظام ہے۔ عید کا دن ہے جن کے پاس مال ہے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں گے۔ غریب منہ تکیں گے۔ ان کے بچے دوسرے بچوں کو کھاتے پیتے دیکھ کر آزردہ ہوں گے۔ اس لئے ہر چھوٹے بڑے کی طرف سے صدقہ ادا کرنے کا حکم فرمایا اور حکم دیا کہ نماز عید کو نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے۔ یہ صدقہ فطر روزوں کے پاک کرنے کے لئے بھی ہے کہ جو روزہ میں بدزبانی، بدکلامی ہوگئی ہو گندی باتیں ہوگئی ہوں۔ ان کا کفارہ ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی میں فقراء اور مساکین کی حاجت پوری کرنے کا بھی انتظام ہے۔

فرمایا حضرت ابن عباسؓ نے مقرر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لئے اور مساکین کی روزی کے لئے۔ (ابوداؤد شریف)

قسط نمبر:۳

مسلمانوں کی پریشانی کے اسباب!

انتخاب: ابوسجاد

نئے نئے امراض، نئے نئے مصائب ایسے روزافزوں ہیں۔ جو پہلے کبھی برسوں میں بھی پیش نہیں آتے تھے۔ اخبار بین حضرات اس سے بہت زیادہ واقف ہیں اور چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بھی تقریباً بند ہے۔ اس لئے دعاؤں کے قبول ہونے کی امید بھی مشکل ہے۔ نمازوں کے بعد دعاؤں کے اعلان کردینے سے کیا کفایت ہو۔ جب کہ دعا قبول نہ ہونے کے اہم اسباب خود اختیار کریں۔ بہت سی احادیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور بعض روایات میں تیسرا شخص رائش یعنی جو درمیانی واسطہ رشوت دینے میں ہو۔ اس پر بھی لعنت وارد ہوئی ہے۔ اب دیکھو کہ کتنے آدمی اس بلا میں مبتلا ہیں۔ اور جن پر اللہ کا سچا اور مقبول رسول لعنت کرے۔ ان کا کیا حشر ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ظلم نہ کرو کہ تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ جل جلالہ ظالم کو مہلت دیتے ہیں۔ (شاید باز آجائے) لیکن جب پکڑتے ہیں پھر چھوٹ نہیں سکتا۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ:

”وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید“ ﴿اور آپ کے رب کی دار گیر ایسی ہی سخت ہے کہ جب وہ کسی بستی والوں پر جو دار گیر کرتا ہے۔ بیشک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دہ اور سخت ہے۔﴾

اب دنیا کے مظالم کو دیکھو اور پھر سوچو کہ جب اللہ کی پکڑ سختی سے ہو تو مصائب اور پریشانیوں کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مظلوم کی بددعا قبول ہوتی ہے۔ خواہ وہ فاجر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (ترغیب حصن حصین)

ایک حدیث میں آیا ہے اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں کہ میرا غصہ اس شخص پر نہایت سخت ہوتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرے جو میرے سوا کوئی مددگار نہیں رکھتا۔ (معجم صغیر)

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جو زمین والوں پر رحم نہیں کرتا آسمان والے اس پر رحم نہیں کرتے۔ (ترغیب)

ایسی حالت میں جب مظلوموں کی بددعائیں روزافزوں ہوں اور آسمان والے رحم نہ کریں تو بجلیاں، اولے، طوفان جتنے بھی آئیں قرین قیاس ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کہ اس کے قبول ہونے میں کوئی

چیز حائل نہیں۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ مظلوم کی بددعا قبول ہوتی ہے۔چاہے وہ فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو۔(حصین)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ میری امت خیر اور بھلائی پر رہے گی۔ جب تک ان میں حرامی بچوں (زنا کی اولاد) کی کثرت نہ ہو اور جب ان کی کثرت ہوگی تو حق تعالیٰ شانہ اس امت کو ایک عام عذاب میں مبتلا فرمائیں گے۔

(ترغیب الترہیب)

مخفی حرامکاریوں کا تو کیا ذکر کوئی بڑے سے بڑا شہر یا چھوٹے سے چھوٹا قصبہ بھی ایسا ہے۔ جہاں کھلم کھلا علی الاعلان زنا کی کثرت اور حرامی بچوں کی پیداوار نہ ہوتی ہو اور میونسپلٹی کے مسلم ممبران اس پر مجبور نہ ہوں کہ اس بے پدری اولاد کی روز افزوں پیداوار کے لئے مستقل جگہوں کا انتظام کریں اور ان کے مکانات کے لئے وسیع جگہ مہیا کریں۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ جس آبادی میں سودخوری اور زنا کاری علی الاعلان ہونے لگے تو سمجھ لو کہ وہاں کے لوگ اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو اتار رہے ہیں۔(ترغیب)

ذرا غور تو کرو کتنے آدمی ہیں جو اس بدکاری میں مبتلا ہیں اور کتنے مہذب اور شریف آدمی ہیں جو اس سیہ کاری کے لئے مکانات کرائے پر دیتے ہیں اور کتنے دیندار میونسپل کمشنر ایسے ہیں جو اس ذلیل کام کے لئے جگہوں کا انتظام کرنے پر مجبور ہیں۔

بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جس گھر میں کتا ہو یا تصویر ہو (رحمت کے) فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔ ابووائلؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ شام کے ایک غزوہ میں شریک تھا۔ایک جگہ ٹھہرنا ہوا۔وہاں کا رئیس حضرت عمرؓ کو تلاش کرتا ہوا (زیارت کے شوق میں) آیا۔ جب حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو ان کو سجدہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ سجدہ کیسا۔ اس نے عرض کیا کہ ہمارا اپنے بادشاہوں کے ساتھ یہی معمول ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سجدہ اسی معبود کو کر جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے درخواست کی کہ میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرے مکان میں تصویریں تو نہیں ہیں۔ اس نے عرض کیا تصویریں تو ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اس میں نہیں جاتے تو ایک قسم کا کھانا بھیج دینا۔ اس نے بھیج دیا اور حضرت عمرؓ نے تناول فرمالیا۔(حاکم)

اب دنیا کے مہذب مکانوں پر بھی ایک نگاہ ڈالو کیا بغیر تصویر کے مکان کی آرائش ہوسکتی ہے اور مجال ہے کہ کوئی تنگ نظر مولوی ٹوک سکے۔ تم ہی بتاؤ کہ جب ہم رحمت کے دروازوں کو اپنے اوپر بند کرلیں اور عذاب الٰہی کے نازل ہونے کے اسباب جتنے ممکن ہوسکیں اختیار کرتے رہیں۔ پھر ہماری پریشانیاں اور مصائب کیوں نہ روز افزوں ہوں۔ ہمارے اسلاف کا عمل یہ ہے کہ وہ کفار کے ان مکانوں میں بھی جانا گوارا نہ کریں۔ جہاں تصاویر ہوں اور ہم ناخلفوں کا عمل یہ کہ مسلمان ہوکر اس ناجائز چیز سے مکان کو زینت دیتے ہیں۔ نبی اکرمﷺ کے ایک ایک ارشاد کو غور سے دیکھتے جاؤ اور اپنا اور دنیا کا جائزہ لیتے جاؤ اور اسلامی تعلیم کے کمال اور مسلمانوں کے دینی تعلیم سے حیرت انگیز اعراض پر تعجب میں بڑھتے جاؤ۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے جب آفتاب نکلتا ہے تو دو فرشتے اس کے قریب کھڑے ہوکر اعلان کرتے ہیں۔ لوگو! اپنے

رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ تھوڑا سا مال جو (ضروریات کو) کفایت کر جائے بہتر ہے۔ اس کثیر مال سے جو لہو میں مشغول کرے اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو اس کے قریب دو فرشتے کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ (خیر میں) خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔ یا اور روک کر رکھنے والے کے مال کو تلف کر۔ (ترغیب)

اب غور کرو جو لوگ بخل اور کنجوسی سے مصائب اور مشقتیں اٹھا کر جمع کر کے رکھتے ہیں (اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے) کس طرح اس مال کی بربادی کے لئے اپنے اوپر پریشانیاں اور مصائب جمع کرتے ہیں۔ کہ کبھی تو اس کے تلف ہونے کے واسطے کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ تو حکیم ڈاکٹر دوا علاج میں سینکڑوں پر پانی پھر جاتا ہے اور اگر جھوٹی سچی مقدمہ بازی شروع ہو گئی تو سارا ہی اندوختہ نبٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کو اپنے اعمال حسنہ کی وجہ سے اپنی حفاظت بھی رہی ہو تو اولاد ایسی آوارہ ہوتی ہے کہ وہ باپ کی برسوں کی کمائی کو مہینوں کی عیاشی میں اڑا دیتی ہے۔ یہ فرضی قصے نہیں ہیں۔ آئے دن کے واقعات ہیں کہ بڑوں نے محنت اور مشقت اٹھا کر لہو پسینہ ایک کر کے بہت سا مال جمع کیا اور ان کے مرتے ہی ناخلف ورثہ نے برسوں کی کمائی مہینوں میں بلکہ ہفتوں میں اڑا دی۔ اسی لئے متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو کھا لیا یا پہن لیا۔ (اللہ کے راستے میں خرچ کر کے) جمع کر لیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے۔ (ترغیب)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: ”تو جو مال اپنی روزی سے زیادہ جمع کرے وہ دوسروں کا ہے اور تو خزانچی ہے۔“ (کتاب الخلاف)

سینکڑوں روایات کتب حدیث میں اس قسم کے مضامین کی وارد ہوئی ہیں کہ اپنی ضرورت سے زیادہ جو کچھ ہے وہ سب دوسروں پر خرچ کرنے کے واسطے ہے۔ جمع کرنے کے واسطے نہیں۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے کہ:

”یسئلونك ماذا ینفقون قل العفو ۰ سورہ البقرۃ رکوع ۲۷“ ﴿آپ سے یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیں کہ جو بچے (یا جو سہل ہو)﴾

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عفو وہ ہے جو اہل وعیال سے بچ جائے۔ یہاں ایک چیز اور بھی غور کرتے چلو کہ غریب کی مدد اور غربت کے ازالہ کا علاج جس کو آج کل بہت ہی اہمیت دی جارہی ہے کیا اسلامی تعلیم سے بہتر کہیں ملتا ہے۔ ایک شخص کو مجبور کرنا کہ اس کو اپنی ضرورت سے زیادہ کچھ نہ ملے اور ایک شخص کو آمادہ کرنا کہ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ کچھ نہ رکھے اور برضا ورغبت سب کچھ غریبوں پر خرچ کردے۔ دونوں نظروں میں کتنا فرق ہے کہ پہلا ظلم محض ہے دوسرا خیر محض۔ پہلے میں حوصلوں کو پست کرنا ہے۔ مستعد لوگوں کو بے کار بنانا ہے اور دوسرے میں ہمتوں کا بلند کرنا ہے اور جو شخص جتنا بھی کما سکتا ہے اس سے زیادہ پیدا کرنے اور اپنی خوشی سے خرچ کرنے پر آمادہ کرنا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ خرچ کرنے کی ترغیب میں اپنی ضرورت سے زیادہ ہی کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ اپنی ضرورتوں کو فنا کر کے دوسروں پر خرچ کرنا بھی اسلامی تعلیم ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں انصار کی مدح میں ارشاد ہے کہ:

”یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ۰ سورۃ الحشر ع ۱“ ﴿اپنے اوپر ان کو (یعنی

مہاجرین کو) ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود پر فاقہ ہی ہو۔﴾

اور پھر یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ نہیں ہے۔ بلکہ حضور ﷺ نے خود بھی عمل کر کے دکھا دیا اور دوسروں سے عمل کرا دیا۔ نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی اور صحابہ کرامؓ کے عام حالات اس کے شاہد عدل ہیں۔ کتب حدیث کی کتاب الزہد اور کتاب الرقاق ان مضامین سے پر ہیں اور کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو حکایات صحابہ میں چند واقعات موجود ہیں۔ اس جگہ نہ تو یہ مضمون مقصود ہے اور نہ گنجائش۔ تبعاً ذکر آ گیا تھا۔ مجھے اس جگہ تو صرف یہ بتانا ہے کہ جس نوع کی پریشانیوں میں ہم مبتلا ہیں۔ وہ ہماری ہے صاف صاف امراض کے اسباب بھی بتا دیئے اور ان کے علاج بھی بتا دیئے۔ اب اسباب مرض سے بچنا اور علاج کرنا طبیب کا کام نہیں ہے۔ کوئی التفات نہ کرے تو اپنا نقصان کرتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

''لقد جئتکم بها بیضاء نقیة ۰ مشکوة ص ۲۲'' ﴿بالتحقیق میں تمہارے پاس ایسی شریعت لایا ہوں۔ جو روشن اور صاف ہے۔﴾

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''وایم اللّٰه لقد ترکتکم علی مثل البیضاء لیلها ونهارها سواء ۰ جمع الفوائد'' ﴿اللہ کی قسم میں نے تمہیں ایسے (طریقہ پر) چھوڑا ہے جو (بالکل روشن) سفید ہے۔ جس کا رات دن برابر ہے۔﴾

حضور اقدس ﷺ نے ایک ایک چیز پر تنبیہ فرما دی اور دین و دنیا کا کوئی جز ایسا نہیں چھوڑا ہے۔ جس پر اس مختصر چند سالہ زندگی میں تبصرہ نہ فرما دیا ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو اور ایسے فتنوں کے پیدا ہونے سے (پہلے پہلے کر لو) جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔ (کہ حق ناحق کا امتیاز مشکل ہو جائے گا) ان میں صبح کو آدمی مومن ہوگا۔ شام کو کافر۔ شام کو مومن ہوگا۔ صبح کو کافر۔ اپنے دین کو تھوڑی سی دنیا کے سامان کے بدلے بیچ دے گا۔ (ترغیب)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مرنے سے پہلے اللہ کی طرف رجوع (اور توبہ) کر لو اور مشاغل کی کثرت سے پہلے پہلے اعمال کر لو اور اللہ جل شانہ کو کثرت سے یاد کر کے اور مخفی اور اعلانیہ صدقہ کر کے اللہ کے ساتھ رابطہ جوڑ لو کہ ان چیزوں کی وجہ سے تم کو رزق بھی عطاء کیا جائے گا۔ تمہاری مدد بھی کی جائے گی اور تمہارے نقصان کی بھی تلافی کر دی جائے گی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور جو شخص ظالم کو معاف کر دے حق تعالیٰ شانہ اس کی عزت بڑھاتے ہیں۔ لہٰذا ظالم کو معاف کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عزت عطاء فرمائے گا اور جو شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے اس پر فقر کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (معجم صغیر)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب میری امت اپنے علماء سے بغض رکھنے لگے اور بازاروں کی تعمیر کو نمایاں کرنے لگے اور دراہم (روپیہ) جمع کرنے پر نکاح کرنے لگے۔ (یعنی نکاح کرنے کے لئے بجائے دیانت، تقویٰ اور دینداری

کے مالدار ہونے کی رعایت ملحوظ ہو) تو حق تعالیٰ شانہ ان پر چار چیزیں مسلط فرمادیں گے۔ زمانہ کا قحط اور بادشاہ کا ظلم اور حکام کی خیانت اور دشمنوں کا حملہ (حاکم) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ گناہ کا بدلہ عبادت میں سستی، روزی میں تنگی اور لذت میں کمی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی۔ کبھی ترشروئی سے آپ مجھ سے پیش نہیں آئے۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ وضو اچھی طرح کیا کر اس سے عمر میں اضافہ ہوگا اور تیرے محافظ فرشتے تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ (طبرانی صغیر) اور نماز کا کچھ حصہ گھر میں مقرر کر کہ اس سے گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا اور جب گھر میں جایا کرے تو گھر کے لوگوں کو سلام کیا کر اس کی برکت تجھ پر بھی ہوگی اور گھر کے لوگوں پر بھی۔ ان سب روایات سے یہ بات واضح ہے کہ جیسے معاصی اور گناہوں کی کثرت پریشانیوں اور حوادث کی کثرت کا سبب ہے۔ ایسے ہی طاعات اور عبادات دارین کی فلاح کا سبب ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''ان اللہ تعالیٰ یقول یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املا صدرک غنی واسد فقرک وان لا تفعل ملات یدیک شغلا ولم اسد فقرک کذافی الجامع الصغیر بروایة احمد والترمذی وابن ماجة والحاکم عن ابی ہریرة ورقم له بالحسن'' ﴿حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو میری عبادت کے لئے فراغت (کے اوقات نکال لے) میں تیرے سینے کو غنا (اور بے فکری) سے پر کردوں گا اور تیرے فقر (وفاقہ) کو دور کردوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا (کہ میری عبادت کے لئے فارغ بنے) تو تجھے مشاغل میں پھنسا دوں گا اور تیرا فقر زائل نہ کروں گا۔﴾

یہ ارشاد خداوندی ہے اور اس مالک الملک اور قادر مطلق کا ارشاد ہے۔ جس کے قبضہ وقدرت میں دنیا کی ہر چیز ہے۔ نیز اس کے ہم معنی اور بھی روایات ہیں۔ جن میں دنیا کی فلاح وکامیابی کا مدار اللہ کی عبادت پر رکھا ہے۔ لیکن ہم لوگ دنیا کمانے کے واسطے عبادت ہی کے اوقات پر سب سے پہلے صفایا کرتے ہیں۔ جب اس طرح اللہ کی نافرمانیوں میں ہماری ترقیات ہوں تو پھر ہماری پریشانیوں اور تنگدستیوں میں کیوں نہ اضافہ ہو۔ دین سے بے پروا ہوکر مسلمان روٹی کا سوال حل کرنا چاہیں تو کیسے ممکن ہے۔ جب روٹی دینے والا یہ کہے کہ میں نہ فقر کو دور کروں گا نہ دل کو مشاغل سے خالی کروں گا۔ صحیح حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اگر بندے میری اطاعت (پوری پوری) کریں تو رات کو سوتے ہوئے ان پر بارش برساؤں اور دن میں آفتاب نکلا رہے۔ (کہ کاروبار میں حرج نہ ہو) اور بجلی کی آواز بھی ان کے کان میں نہ پڑے۔ (تاکہ ان کو ذرا سا بھی خوف وہراس نہ ہو) (جامع الصغیر)

لیکن ہم لوگوں کی شامت اعمال کہ دن اور رات کا یہ نظم درکنار جگہ جگہ بارشوں کی قلت کی شکایات بڑھتی رہتی ہیں اور جہاں ہوتی ہیں۔ سیلاب کی صورتوں میں بسا اوقات ہوتی ہیں۔

احیاء میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک مرتبہ نہایت سخت قحط پڑا۔ حضرت موسیٰ بن اسرائیل کے ساتھ تین دن تک استسقاء کی نماز کے لئے باہر تشریف لے جاتے رہے مگر بارش نہ ہوئی۔ تیسرے دن وحی آئی کہ اس جماعت میں ایک شخص چغل خور ہے۔ اس کی وجہ سے تم لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ اس کا علم ہو جائے تاکہ اس کو مجمع سے علیحدہ کر دیا جائے۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ میں تمہیں چغلی سے منع کروں اور خود اس شخص کی چغلی کھاؤں۔ اس لئے تعیین نہیں کرتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے خطاب فرما کر توبہ واستغفار کی تلقین فرمائی اور خصوصیت کے ساتھ چغل خوری سے سب سے توبہ کرائی۔ فوراً بارش شروع ہو گئی۔

حضرت سفیان ثوریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں سات سال تک ایسا سخت قحط پڑا کہ کوڑیوں (گھوروں) پر سے مردار اٹھا کر لوگوں نے کھائے اور آدمیوں کے کھانے کی نوبت پہنچ گئی۔ لوگ پریشان حال جنگلوں اور پہاڑوں پر روزانہ دعاؤں اور استسقاء کی نمازوں کے لئے نکلتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس زمانہ کے انبیاء کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تمہاری زبانیں دعائیں کرتے کرتے کتنی ہی خشک ہو جائیں اور آسمانوں تک ہاتھ دعاؤں کے لئے اٹھ جائیں اس وقت تک میں کسی رونے والے پر بھی رحم نہیں کروں گا۔ جب تک کہ آپس کے مظالم دور نہ کئے جائیں۔ کتب تواریخ واحادیث میں اس قسم کے واقعات بکثرت موجود ہیں۔ الغرض سینکڑوں روایات ہیں۔ جن میں صاف طور سے اعمال حسنہ پر دارین کی فلاح اور اعمال سیۂ پر دارین کے نقصانات تفصیل سے بتادیئے گئے ہیں۔ ان روایات کا نہ احصاء مجھ سے ممکن ہے نہ مقصود ہے۔ غرض ان مثالوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے نزدیک نبی کریمﷺ کے ارشادات سچے ہیں تو پھر ہم لوگوں کا اپنے اوپر کتنا صریح ظلم ہے کہ ہم خود اپنے افعال سے مہلکات میں پڑتے رہیں۔ نقصان دہ امور اختیار کرتے رہیں اور زبان سے مسلمانوں کی تباہی کے گیت گاتے رہیں۔ ہماری مثال اس بیمار کی سی ہے۔ جس کو اسہال کا مرض ہو وہ دمادم مسہل دواؤں کا استعمال کرتا رہے اور شور مچاتا رہے کہ دست نہیں تھمتے۔ کوئی اس بے وقوف سے پوچھے کہ تو خود مسہلات کا استعمال کر رہا ہے۔ تو یہ اطوار تھمنے کے ہیں یا بڑھنے کے۔ ہم انگریزوں کے مظالم کا رونا ہر وقت روتے ہیں اور آنے والی حکومت کے خطرات سے اور بھی زیادہ خائف ہیں۔ لیکن کیا نبی کریمﷺ نے اس کے متعلق ہم کو متنبہ نہیں فرمایا۔ کیا حکومتوں کے اسباب اور اعمال کو واضح الفاظ میں نہیں بتایا۔ کیا حضورﷺ (روحی فداہ وابی وامی) کی شفقت یا تعلیم وتنبیہ میں کسی قسم کی کمی ہے۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں کہ:

’’کما تکونون کذالك یؤمر علیکم ۰ مشکوٰۃ وله طرق فی المقاصد الحسنة‘‘ ﴿جیسے تم لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم بنائے جائیں گے۔ اس لئے اگر ہم اپنے اوپر بہترین افراد کی حکومت چاہتے ہیں تو اس کا واحد علاج بہترین اعمال ہیں۔﴾

حضور ﷺ کا خط مبارک...... خسرو پرویز شہنشاہ فارس کے نام!

عزیز فاطمہ بنت مولانا محمد یونس

خسرو پرویز نے دریائے دجلہ کے پار مدائن سے ساٹھ میل دور، دوست گرد کے مقام پر ایک شاندار محل تعمیر کرایا اور مفتوحہ ممالک کے تمام خزانے وہاں جمع کر دیئے۔

مؤرخین کی دریافت کے مطابق یہ محل اس قدر وسیع تھا کہ اس کی چھتوں کو سہارا دینے کے لئے چار ہزار ستون بنائے گئے تھے۔ ایک ہزار سنہرے فانوس محل میں آویزاں تھے۔ محل کے باہر میلوں تک باغات پھیلے ہوئے تھے۔ محل کے اندر تین ہزار حسین وجمیل لونڈیاں تھیں۔ سونے چاندی اور جواہرات کے لئے ایک سوتہہ خانے مخصوص تھے۔ بیرونی ممالک کے سفیر اس محل اور اس کی شان وشوکت کو دیکھ کر متحیر رہ جاتے تھے۔ الغرض دوسرے ممالک کی طرح فارس کی اخلاقی حالت بھی بہت ابتر تھی۔ یزدان اور اہرمن نیکی وبدی کے دو خدا سمجھے جاتے تھے۔ آتش پرستی ملک کا عام مذہب تھا۔ عقل وشعور کا سرمایہ اوہام پرستی اور خام خیالی کی نذر ہو گیا تھا۔ طاقتور کا کمزور پر ظلم کرنا اور زبردست کا زیردست کو کھا جانا ان کی زندگی کا معمول بن چکا تھا۔

628ھ میں بارگاہ رسالت کے سفیر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ جب فارس پہنچے تو خسرو نینوئی میں مقیم تھا اور قیصر روم سے جنگ کی تیاری کر رہا تھا۔ فارس کے معمول کے مطابق بڑے جاہ وجلال اور شان وشوکت کے ساتھ خسرو تخت سلطنت پر متمکن تھا کہ نقیب کی آواز پر ایک شخص دربار میں حاضر ہوا۔ حاضرین نے بڑی حیرت اور استعجاب کے ساتھ اسے دیکھا اتنے معمولی لباس اور اس قدر سادگی اور بے باکی سے آج تک خسرو کے دربار میں کوئی نہ آیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے نامۂ مبارک شہنشاہ فارس کے سامنے پیش کر دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ دو خداؤں کے بجائے ایک ہی ذات کو خالق خیر وشر ماننا چاہئے۔ اگر آپ توحید خداوندی کو تسلیم کر لیں گے تو آپ کے اوپر امن وسلامتی کا دروازہ کھل جائے گا ورنہ آپ اپنے ساتھ اپنی قوم کی گمراہی کے بھی ذمہ دار ہوں گے۔

خسرو نے ترجمان کو بلا کر پڑھنے کا حکم دیا۔ فرمان رسول اللہ ﷺ میں لکھا تھا کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم! محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اس پر سلام ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو اکیلا اور لاشریک ہے۔ کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ خدا نے مجھے تمام دنیا کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہر زندہ انسان کو خدا کا خوف دلاؤں۔ اسلام قبول کر لیجئے اور محفوظ ہو جائیے۔ اگر آپ نے انکار کیا تو تمام مجوسی (زرتشی) کا گناہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔

فارس کا دستور تھا کہ بادشاہوں کو جو خطوط لکھے جاتے تھے ان میں سب سے اوپر بادشاہ کا نام ہوتا تھا۔ فرمان رسالت کو خدا کے نام سے شروع کیا گیا تھا۔ پھر خود حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی تھا۔ خسرو نے طیش میں آ کر مکتوب نبوی کو چاک کر دیا اور غضب ناک لہجے میں گرجا۔

''ہمارے غلام کو یہ جرأت کہ ہمارے نام اس طرح خط لکھے۔''

یمن کے گورنر کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر ہمارے دربار میں بھیج دے۔ (طبقات ابن سعد ج۲ ص۱۶)

نامہ مبارک کو اس طرح چاک کر دینے کے اس واقعے کو نظامی گنجوی نے شعر کی زبان میں یوں بیان کیا ہے۔

دریـــد آں نـــامـــہ گـــردن شـــکـــن را
نـــہ نـــامـــہ بـــلـــکـــہ نـــام خـــویشتـــن را

''تکبر اور بڑائی کے زعم میں خسرو نے خط کو پھاڑ کر صفحہ ہستی سے اپنا نام مٹا دیا۔''

اہل فارس کو قاصد نبوت کی تنبیہ

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ یہ حالت دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت تحمل اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

''اہل فارس! عرصہ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزر رہی ہے کہ نہ تمہارے پاس خدا کی کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی خدا کا پیغمبر۔ تمہارے یہاں مبعوث ہوا ہے۔ جس سلطنت پر تمہیں غرہ ہے۔ وہ خدا کی زمین میں بہت ہی مختصر ٹکڑا ہے۔ دنیا میں اس سے کہیں زیادہ بڑی بڑی حکومتیں موجود ہیں۔

بادشاہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

آپ سے پہلے بہت سے بادشاہ گزر چکے ہیں۔ ان میں جس نے آخرت کو اپنا منتہائے مقصود سمجھا وہ دنیا سے اپنا حصہ لے کر بامراد گیا اور جس نے دنیا کو مقصود بنایا اس نے آخرت کے اجر کو ضائع کر دیا۔ افسوس کہ میں نجات و فلاح کے جس پیغام کو لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے اسے حقارت سے دیکھا۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پیغام ایسی جگہ سے آیا ہے۔ جس کا خوف آپ کے دل میں موجود ہے۔ یاد رہے کہ حق کی یہ آواز آپ کی تحقیر سے دب نہیں سکتی۔

(روض الانف ج۲ ص۲۵۳)

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ اہل فارس کو یہ تنبیہ کر کے دربار سے چلے آئے اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کر دیا۔

سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کسریٰ کی حکومت چاک ہو جائے گی۔ (صحیح بخاری ج۲ ص۶۳۷)

صحیح بخاری کتاب العلم میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے۔

''پس (کسریٰ نے) خط پڑھ کر چاک کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''ان یمزقو کل ممزق'' چنانچہ

چند ہی سال کے بعد عہد فاروقی میں ہزاروں برس کی اس عظیم الشان سلطنت کے پرزے اڑ گئے۔“

خسرو پرویز نے یمن کے گورنر باذان کو حکم بھیجا کہ عرب کے مدعی نبوت کو گرفتار کر کے ہمارے دربار میں حاضر کیا جائے۔ باذان نے بابویہ اور خرخسرہ نامی دو اشخاص کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں پہنچ کر عرض کیا کہ شہنشاہ عالم نے آپ کو بلایا ہے۔ اگر تعمیل حکم نہ کرو گے تو وہ تمہیں اور تمہارے ملک کو تباہ کر دے گا۔

زبان وحی ترجمان (ﷺ) سے باذان کے کارندوں نے یہ غیر متوقع الفاظ سنے کہ ”قضا وقدر نے تمہارے بادشاہ کی قسمت کا پانسہ پلٹ دیا ہے اور خسرو کو خود اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا ہے۔ تم لوگ واپس جا کر اپنے آقا کو یہ خبر پہنچا دو اور یہ بھی کہہ دینا کہ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی حکومت کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچ جائے گی۔“

اوپر تحریر ہو چکا ہے کہ خسرو پرویز کے پاس جب مکتوب نبوی ﷺ پہنچا تو وہ عراق میں نینویٰ کے مقام پر قیصر روم سے فیصلہ کن جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس جنگ میں خسرو کو شرمناک شکست اٹھانی پڑی اور روم کی فوجیں ایران کی دارالسلطنت کے قریب تک پہنچ گئیں۔ عین اس موقع پر خود خسرو پرویز کے خلاف گھر میں بغاوت رونما ہو گئی۔ اس کے بیٹے شیرویہ نے خسرو کو قید کر لیا۔ خسرو کے ۱۸ بیٹے اس کی آنکھوں کے سامنے قتل کئے گئے ان پے در پے مصائب اور قید کی سختیوں کی تاب نہ لا کر خسرو پرویز کی شمع حیات بجھ گئی۔ طبری میں ہے کہ شیرویہ نے خسرو کو ۱۳ جمادی الاولیٰ 7 ہجری مطابق 628ء کی شب میں قتل کیا۔ یہی وہ سال ہے جس میں صلح حدیبیہ ہوئی تھی۔ جسے قرآن مجید میں فتح مبین کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ (تاریخ طبری ج۳ ص۹۱)

- ہجرت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے جزیرۃ العرب کے سلاطین اور ملحقہ بلاد کے فرمانرواؤں کے پاس دعوت نامے ارسال فرمائے تھے۔ جن کے پاس رسول اللہ ﷺ نے دعوت نامے ارسال کئے وہ یہ ہیں۔

۱...... بحرین، عمان اور یمن کے سلاطین اور یہ سب بادشاہ فارس کے زیر اثر تھے۔

۲...... بلقاء اور حوران کے غسانی بادشاہ اور یہ سب بازنطینی شہنشاہیت کے تابع فرمان تھے۔

ہرقل بازنطینی شہنشاہیت کا حکمران تھا اور شام پر اس کی حکومت تھی اور مقوقس بازنطینی شہنشاہیت کی طرف سے مصر کا حکمران تھا۔ نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا اور کسریٰ فارس پر بادشاہی کر رہا تھا۔ عراق بھی اس کے تابع فرمان تھا۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ عربوں کے خطوط و انشاء کا انداز کیا تھا؟ یہ بات واضح ہے کہ عرب انہیں چیزوں پر لکھنے کے عادی تھے۔ جو چیزیں ان کے یہاں میسر آ جائیں۔ مثلاً ہڈی، پتھر، کھجوروں کے پتے اور کھال ان میں کھال پر کتابت بہت زیادہ عام تھی۔ اونٹ یا ہرن کی کھالوں کو بالکل پتلی کر کے ان پر لکھا کرتے تھے۔ ان کی اصطلاح میں کتابت کے مصرف کے لئے جو کھال ہوتی اس کو رق کہا جاتا ہے۔ یہ کھال سب سے قیمتی سمجھی جاتی تھی۔ اس پر بڑی شخصیتوں کے پاس خطوط یا اہم اور غیر معمولی تحریر کئے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ بھی بادشاہوں کو کھال پر خطوط لکھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے یمن، عمان، بحرین کے عرب سلاطین کے پاس مختلف قاصد بھیجے اور ان کو اسلام قبول کر کے جلد سے جلد اسلامی میں حکومت میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ ان میں سے بعض نے بڑی نرمی اور مروت کا برتاؤ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیے ارسال کیے۔ چنانچہ مصر کے حاکم مقوقس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے نامہ مبارک کو لے کر بوسہ دیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں جو تحفے بھیجے ان میں دو لونڈیاں بھی تھیں۔ انہیں سے ایک ماریہ قبطیہ تھیں جن کو رسول اللہ ﷺ کی حرم کا شرف حاصل ہوا۔

اسی طرح بصریٰ کے حاکم نے بھی رسول اللہ ﷺ کے اس قاصد کی بڑی تکریم کی جو ہرقل کے پاس جا رہا تھا۔ اس نے ملاقات کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں۔ نامہ مبارک کو اس نے بھی اعزاز و تکریم سے لیا۔

لیکن کسریٰ نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی توہین کی۔ بلکہ آپ کے خط کی بھی توہین کی۔ اس کے غرور وتکبر کی وجہ یہ تھی کہ اس کو عظیم سلطنت کی حکمرانی حاصل تھی۔ اس کے حدود واختیارات جزیرۃ العرب کے مشرق میں بحرین وعمان تک پھیلے ہوئے تھے۔ اسی طرح جنوب میں یمن تک اس کا اقتدار تھا۔ ایران میں مجوسی مذہب رائج تھا اور آگ کی پرستش ہوتی تھی۔ جب ان کے ہاں یہ خط پہنچا تو ان کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ کوئی عرب ان کو ایسا دعوت نامہ ارسال کرے۔ جس میں دوسرا دین ماننے کی تلقین ہو اور نہ ماننے کی صورت میں عذاب وسزا کی وعید سنائے۔

جب آپ ﷺ نے اس کی طرف نامہ مبارک ارسال فرمایا تو اس کی بادشاہت کے ۳۹ سال پورے ہو چکے تھے۔ جب کسریٰ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد دعوت اسلام لے کر پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ خط پڑھا جائے اور اس کا ترجمہ کیا جائے۔ مکتوب نے نامۂ مبارک پڑھنا شروع کیا۔ لیکن ابھی ختم بھی نہ کیا تھا کہ وہ غضب ناک ہو گیا اور نامۂ مبارک کو پھاڑ کر پھینک دیا اور جوش ملوکیت سے بھڑک کر بولا۔

"وہ شخص مجھے ایسا خط لکھ رہا ہے۔ حالانکہ وہ بھی میرا غلام ہے۔ کسریٰ نے آپ ﷺ کو بھی ایک ضمنی حکمران سمجھا تھا۔ جیسا کہ بحرین عمان وغیرہ کے تھے کہ بادشاہ کہلاتے تھے۔ مگر حکم کسریٰ کا ہی چلتا تھا۔ کسریٰ نے مکتوب کی ابتدائی سطر کے انداز کو اپنی شان سے فروتر سمجھا۔ اس نے دیکھا کہ: "من محمد الیٰ کسریٰ" لکھا ہوا ہے۔ محمد ﷺ نے خط کی ابتداء اپنے نام سے کی۔ یہ ایک تحقیر ہوئی اور دوسری بات یہ کہ دونوں نام ایک ہی سطح پر رکھے گئے۔ کسریٰ کے خیال میں آقا وغلام کی یہ برتری حقارت آمیز تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے جو خط کسریٰ پرویز کو ارسال فرمایا تھا۔ اس کے قاصد عبداللہ بن حذافہ سہمی قریشی تھے۔ اس سے قبل یہ ایران کا بارہا سفر کر چکے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں ایران کی سفارت پر اسی لئے روانہ کیا کہ یہ اس کے حالات سے واقف تھے۔

ابھی خط پورا پڑھا بھی نہ جا سکا تھا کہ کسریٰ نے اسے چاک کر کے پھینک دیا۔ ابن حذافہؓ یہ منظر دیکھ کر بارگاہ رسالت ﷺ میں واپس آئے اور نامہ مبارک کی ساری اہانت کا حال کہہ سنایا۔ اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ اس کی حکومت کو پامال کر دے۔"

چنانچہ اس واقعہ پر ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ کسریٰ پرویز کو اس کے لڑکے شیرویہ نے قتل کر ڈالا اور یہیں سے اس کی حکومت کا زوال شروع ہوا۔

آخری قسط

قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ...... چار اصولی باتیں!

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

تیسری بات

تیسری اصولی بات مرزا قادیانی کی جانچ کے لئے جو آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض اہم پیشین گوئیاں ایسی کیں جن کو خود اپنے جھوٹے یا سچے ہونے کا خاص نشان اور معیار قرار دیا اور بڑے دعوے سے کہا کہ اگر یہ پوری نہ ہوں تو میں جھوٹا ہوں اور ایسا ہوں اور ویسا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قسم کی زیادہ تر پیشین گوئیوں کو غلط ثابت کر کے ان کا جھوٹا اور مفتری ہونا ظاہر کر دیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ ورنہ بہت سی پیشین گوئیاں رمالوں، جفاروں کی اور علم جوتش سے واقفیت رکھنے والے پنڈتوں کی پوری ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر بالفرض مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئیاں سو فیصدی بالکل ٹھیک ٹھیک پوری ہو جاتیں تب بھی ہم ان کو اس قسم کا استدراج سمجھتے۔ جیسا کہ حدیثوں میں دجال کے متعلق آتا ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور بارش برسائے گا اور مردہ کو زندہ کر کے دکھائے گا اور اس کے باوجود دجال ہوگا۔

بہر حال ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید میں حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان ہو جانے کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے۔ خواہ اس کے ہاتھ پہ کیسے ہی کرشمے ظاہر ہوں اور خواہ اس کی پیشین گوئیاں سو فیصد پوری ہوں پھر بھی وہ ہرگز سچا نبی نہیں بلکہ کذاب ودجال ہے۔ اس لئے اگر بالفرض مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئیاں پوری بھی ہو جاتیں جب بھی ہمارے ایمان اور عقیدہ پر الحمدللہ کوئی اثر نہ پڑتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ان کی معرکہ کی پیشین گوئیوں کو غلط کر کے اپنے بہت سے کمزور بندوں کو اس آزمائش سے بچا لیا۔

میں اس سلسلہ میں ان کی صرف دو پیشین گوئیوں کو اس وقت آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں:

پہلی پیشین گوئی ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی موت سے متعلق ہے۔ مرزا قادیانی نے اس کی میعاد ۵؍جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینہ تک (یعنی ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء تک) مقرر کی تھی۔ پھر انہوں نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے ص ۹۷، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵ پر جو ستمبر ۱۸۹۴ء کی لکھی ہوئی ہے اپنی صداقت کے نشان اور معیار کے طور پر اپنی اس پیشین گوئی کو پھر دہرایا کہ آتھم ضرور بالضرور اس مدت کے اندر یعنی ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء تک مر جائے گا۔ (اور چونکہ آتھم کی عمر ۷۰ برس کے قریب تھی اس لئے اس کا مر جانا کچھ مستبعد بھی نہ تھا۔) لیکن اللہ تعالیٰ کو مرزا قادیانی کو جھوٹا ثابت کرنا تھا۔ اس لئے بوڑھا عبداللہ آتھم اس مدت میں بھی نہیں مرا۔ بلکہ اس میعاد سے قریباً دو برس گزرنے کے بعد ۲۷؍جولائی ۱۸۹۶ء کو مرا۔ خود مرزا قادیانی نے انجام آتھم ص ۱، خزائن ج ۱۱ ص ۱ میں اس کی موت کی یہ تاریخ لکھی ہے۔

مجھے یہ معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے اور ان کی امت کے مناظروں نے اس پیشین گوئی کے بارہ میں بعد کو کیا کیا فضول اور مہمل تاویلیں کی ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہر صحیح الفطرت آدمی کو ان لوگوں کی اس قسم کی باتوں سے ان کی ہٹ دھرمی کا اور حق پرستی سے دوری کا اور زیادہ یقین ہوتا ہے۔ سیدھی بات ہے۔ کوئی منطق فلسفہ کا مسئلہ نہیں ہے اور کوئی پہیلی اور چیستاں نہیں ہے جس کا سمجھنا اور بوجھنا مشکل ہو۔ مرزا قادیانی نے پیشین گوئی کی تھی کہ آتھم ۵ رجون ۱۸۹۳ء سے ۱۵ رمہینہ تک یعنی ۵ رستمبر ۱۸۹۴ء تک ضرور مر جائے گا اور اس کو انہوں نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار قرار دیا تھا۔ اب اگر آتھم ۵ رستمبر ۱۸۹۴ء کی شام تک بھی مر جاتا تو مرزا قادیانی اپنے اس بیان کی رو سے سچے ہوتے۔ لیکن جب وہ اس مدت میں نہیں مرا بلکہ قریباً دو سال بعد تک اور جیتا رہا تو اس کی اس دو سالہ زندگی کا ہر سانس اور ہر لمحہ مرزا قادیانی کے اقرار کے مطابق ان کے کاذب اور جھوٹے ہونے کا ثبوت ہے اور اس میں تاویلیں کرنا خواہ مخواہ ایک کھلے ہوئے جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش کرنا ہے۔ بہرحال غور کرنے والوں اور سمجھنے کا ارادہ رکھنے والوں کے لئے بات بالکل صاف سیدھی اور مختصر سی ہے۔

محمدی بیگم کا قصہ

دوسری پیشین گوئی جو میں آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ محمدی بیگم کے نکاح سے متعلق ان کی سب سے زیادہ مشہور اور معرکہ کی پیشین گوئی ہے جس کو انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی صداقت کا خاص آسمانی نشان اور معیار قرار دیا تھا۔ میں پہلے اس کا مختصر واقعہ بیان کر دوں۔

مرزا قادیانی کے ایک قرابت دار مرزا احمد بیگ ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ محمدی بیگم ان کی لڑکی تھی۔ مرزا قادیانی کے دل میں اس سے نکاح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے پیغام دیا۔ (اور اس سلسلہ میں احمد بیگ کو کچھ زمین اور باغ دینے کا لالچ بھی دیا گیا۔ آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۳، خزائن ج ۵ ص ایضاً) لیکن احمد بیگ راضی نہیں ہوئے اور انکار کر دیا۔ (شاید اس انکار کی وجہ یہ ہوگی کہ محمدی بیگم بالکل کمسن لڑکی تھی اور مرزا قادیانی کی عمر اس وقت پچاس برس سے اوپر ہو چکی تھی۔) مرزا قادیانی نے احمد بیگ کو متاثر اور مرعوب کرنے کے لئے بڑے زور سے دو باتوں کا اعلان کیا۔ ایک یہ کہ:

''محمدی بیگم کا میرے نکاح میں آنا مجھے خدا کی وحی اور الہام سے معلوم ہو چکا ہے اور میں نے خدا کے حکم سے یہ پیام دیا ہے اور خدا نے مجھے بتایا ہے کہ یہ نکاح ضرور ہوگا۔''

اور دوسری بات یہ کہ:

''اس کے گھر والے اگر انکار کریں گے تو طرح طرح کی آفتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے اور خود محمدی بیگم پر بھی مصیبتیں آئیں گی۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۳، ۵۷۳، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

مرزا قادیانی نے ان باتوں کو اپنے خطوط اور اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں ایسے زور سے لکھا کہ احمد بیگ اگر کچا آدمی ہوتا تو ڈر کے نکاح کر ہی دیتا۔ لیکن اس نے اثر نہیں لیا اور وہ برابر انکار کرتا رہا اور مرزا قادیانی طرح طرح سے کوششیں اور ہر قسم کی تدبیریں استعمال کرتے رہے جن کی تفصیل بہت لمبی ہے اور بڑی عبرتناک اور شرمناک ہے اور مجھے اس قسم کی باتوں سے اب طبعی انقباض ہوتا ہے۔ اس لئے میں ان سب واہیات قصوں کو چھوڑتا ہوں اور صرف اصل معاملہ

ہی آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ (جو حضرات اس قصہ کی ان شرمناک تفصیلات سے بھی واقفیت حاصل کرنا چاہیں وہ فیصلہ آسمانی، الہامات مرزا، مرزا اور محمدی بیگم اور ترک مرزائیت وغیرہ رسائل دیکھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ تنہا محمدی بیگم کا واقعہ ہر ایک منصف مزاج اور حق پرست کو یہ یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبوت اور الہام کے دعوؤں میں کاذب اور مفتری ہونے کے علاوہ نہایت پست فطرت آدمی تھا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت نے اس کو ذلیل اور جھوٹا ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ تمام رسائل احتساب قادیانیت میں شائع ہو چکے ہیں۔ مرتب) مرزا قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ایک مدت تک اسی طرح چلتا رہا کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کے والد احمد بیگ کو رام کرنے کی کوششیں اور تدبیریں کرتے رہے۔ اس کو خطوط لکھتے رہے اور الہاموں کے حوالہ سے اس کو دھمکیاں بھی دیتے رہے۔ مگر وہ انکار پر جما رہا۔ یہاں تک کہ پٹی ضلع لاہور کے رہنے والے ایک شخص سلطان محمد سے محمدی بیگم کی شادی کی بات چیت ہونے لگی۔ جب مرزا قادیانی کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس میں رکاوٹ ڈالنے کی عجیب وغریب تدبیریں اور بڑی بڑی کوششیں کیں۔ جب یہ تمام کوششیں بھی ناکام رہیں تو مرزا قادیانی نے حسب عادت خدا کے الہام کے حوالے سے پیشین گوئی شائع کر دی کہ اگر سلطان محمد سے محمدی بیگم کا نکاح ہوا تو سلطان محمد روز نکاح سے اڑھائی سال کے اندر اور محمدی بیگم کا باپ احمد بیگ تین سال کے اندر مر جائیں گے اور لڑکی بیوہ ہو کر پھر میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔

اللہ کی شان کہ محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہو گیا۔ لیکن مرزا قادیانی اس کے بعد بھی برابر اسی زور وشور سے یہ پیشین گوئی کرتے رہے کہ سلطان محمد مرے گا اور محمدی بیگم ضرور بالضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے۔ کوئی اسے بدل نہیں سکتا اور اگر میری یہ بات غلط ہو جائے۔ یعنی اگر محمدی بیگم میرے نکاح میں نہ آئے اور اسی طرح سلطان محمد اگر مقررہ میعاد تک نہ مرے تو میں جھوٹا اور ایسا اور ویسا۔

یہ تو میں نے آپ کو اصل قصہ بہت مختصر طور سے اپنی زبان میں سنا دیا۔ اب آپ مرزا قادیانی کے اس سلسلہ کے دعوؤں اور ان کی پیشین گوئیوں کی دو ایک عبارتیں بھی سن لیجئے اور عبارتیں بھی وہ جن کو انہوں نے خدا کے الہام کی حیثیت سے لکھا ہے:

یہ میرے ہاتھ میں مرزا قادیانی کی کتاب انجام آتھم ہے جو اس وقت کی لکھی ہوئی ہے جبکہ سلطان محمد کے ساتھ محمدی بیگم کے نکاح کو چار پانچ سال ہو چکے ہیں۔ اس میں مرزا قادیانی نے اپنے کچھ وہ الہامات لکھے ہیں جو عربی زبان میں ہیں اور خود ہی ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ بھی لکھ دیا ہے۔ ان میں چند سطروں کا ایک الہام ہے جس کا تعلق محمدی بیگم سے ہے جس میں (مرزا قادیانی کے بیان کے مطابق) ان کے خدا نے ان کو بتلایا ہے اور بڑے زوردار الفاظ میں یقین اور اطمینان دلایا ہے کہ محمدی بیگم پھر ضرور تمہارے نکاح میں آئے گی۔ بلکہ ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا ہے۔ اب کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔ الہام کے الفاظ یہ ہیں:

”فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک ۰ امر من لدنا انا کنا فاعلین زوجنکھا ۰ الحق من ربک فلا تکونن من الممترین ۰ لاتبدیل لکلمات اللہ ۰ ان ربک فعال لما یرید انا رادوھا الیک“

اب خود مرزا قادیانی کا لکھا ہوا اس الہام کا ترجمہ سنئے:

’’سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا اور اس عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں۔ بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔‘‘ (انجام آتھم ص۶۰،۶۱، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

گویا مرزا قادیانی اپنے اس الہام کو شائع کر کے دنیا کو جتلا رہے ہیں کہ اگرچہ محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہو گیا اور میرے مخالف اس پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ لیکن میرا خدا اپنی وحی کے ذریعہ مجھے جتلا رہا ہے کہ وہ میرے ان مخالفوں سے میری طرف سے انتقام لینے کے لئے اور ان کو شکست دینے کے لئے کافی ہے اور اس کا اٹل فیصلہ ہے کہ وہ اس عورت کو یعنی محمدی بیگم کو پھر میری طرف واپس کرے گا۔ یعنی سلطان محمد میری زندگی میں مرے گا اور محمدی بیگم بیوہ ہو کر پھر میرے نکاح میں آئے گی اور میرے اللہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس کا یہ نکاح ہم نے تم سے کر دیا ہے (زوجنکھا) اور یہ خدائی فیصلہ اور خدائی اطلاع ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اللہ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ ان میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ ضرور محمدی بیگم کو میری طرف واپس کرے گا اور آخرکار وہ میرے نکاح میں ضرور بالضرور آئے گی۔

الغرض یہ کہ مرزا قادیانی کا الہام اور ان کی پیشین گوئی محمدی بیگم کے نکاح میں آنے کے متعلق ہے۔

پھر آپ کو سن کر اور زیادہ تعجب ہوگا کہ اس شخص نے اپنے اس واہیات معاملہ میں ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کو بھی لپیٹ لیا۔ اسی انجام آتھم کے ضمیمہ کے ص۵۳، خزائن ج۱۱ ص۳۳۷ کے حاشیہ میں محمدی بیگم کے نکاح کی اسی پیشین گوئی کے متعلق دیدہ دلیری سے لکھا کہ:

’’اس پیشین گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولد له یعنی موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خرابی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کے متعلق اس عاجز کی پیشین گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔‘‘

حالانکہ حضور ﷺ پر یہ اس شخص کا محض افتراء اور بہتان ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یتزوج ویولد له کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام (جنہوں نے اپنی پہلی زندگی میں نکاح نہیں کیا تھا اور تجرد کی زندگی گزاری تھی) وہ جب آخر زمانہ میں دوبارہ آئیں گے تو حضور ﷺ کی سنت کے اتباع میں نکاح بھی کریں گے اور اس سے اولاد بھی ہوگی۔ لیکن اس شخص نے حضور ﷺ پر افتراء کیا اور آپ کے اس ارشاد کو محمدی بیگم کے ساتھ اپنے نکاح کی پیشین گوئی بنالیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کی اس پیشین گوئی کو غلط ثابت کر کے ساری دنیا کو اس حقیقت کا گواہ بنادیا کہ

اس شخص نے خدا پر اور اس کے رسول ﷺ پر یہ سب افتراء کیا تھا۔

اسی سلسلہ میں ضمیمہ انجام آتھم کے اسی صفحہ کی ایک عبارت اور بھی سن لیجئے۔ مرزا قادیانی کے جن مخالفین نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہونے اور سلطان محمد سے ہو جانے پر پھر پیشین گوئی کی مدت یعنی اڑھائی سال میں سلطان محمد کے نہ مرنے پر فاتحانہ خوشیاں منائیں ان کے متعلق مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

''سوچا ہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳، خزائن ج۱۱ ص۳۳۷)

پھر چند سطر کے بعد اسی سلسلہ بیان میں لکھتے ہیں:

''یاد رکھو کہ اس پیشین گوئی کی دوسری جز (یعنی سلطان محمد کا مرزا قادیانی کے سامنے مرنا اور محمدی بیگم کا بیوہ ہوکر مرزا قادیانی کے نکاح میں آنا) پوری نہ ہوئیں تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ ص۳۳۸)

یہ عبارتیں مرزا قادیانی کی صرف ایک کتاب انجام آتھم اور اس کے ضمیمہ کی ہیں۔ جو ۱۸۹۶ء کی آخری تصنیف ہے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی قریباً ۱۲/۱۱ برس زندہ رہے اور مئی ۱۹۰۸ء میں مر گئے اور ان پیشین گوئیوں کا یہ حشر ہوا کہ نہ سلطان محمد ان کے سامنے مرا اور نہ محمدی بیگم ان کے نکاح میں آئی۔

اب اگر اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو کچھ بھی سمجھ دی ہے تو آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے یہ سارے اعلانات اور ان کی یہ پیشین گوئیاں کتنے روشن طریقہ پر غلط ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا جھوٹا اور مفتری ہونا کتنی صفائی سے ثابت کر دیا۔

میں نے بیان کیا تھا کہ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کی ایک پیشین گوئی تاریخ کے تعین کے ساتھ یہ تھی سلطان محمد یوم نکاح کے ڈھائی سال تک ضرور مر جائے گا۔ چنانچہ اسی پیشین گوئی کی بنیاد پر انہوں نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء کو لکھا کہ: ''آج کی تاریخ سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔'' (شہادۃ القرآن ص۷۹، خزائن ج۶ ص۳۷۵)

اس حساب سے سلطان محمد کو ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء تک مر جانا چاہئے تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس پیشین گوئی کو جھوٹا کر دیا اور سلطان محمد کو اس تاریخ تک بھی موت نہیں آئی تو مرزا قادیانی نے بڑی دیدہ دلیری اور بے باکی سے کہنا شروع کر دیا کہ اس کی موت فلاں وجہ سے کچھ ٹل گئی ہے۔ لیکن بہرحال میرے سامنے ضرور مر جائے گا۔ یہ اللہ کی تقدیر مبرم ہے۔ یعنی اللہ کی یہ اٹل اور قطعی تقدیر ہے اور اب اس میں کوئی تبدیلی ہونے والی نہیں ہے۔ چنانچہ سلطان محمد کی موت کی میعاد گزرنے کے بعد انجام آتھم میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ:

"میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔" (انجام آتھم ص۳۱، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

اور اسی کے متعلق اسی انجام آتھم کے عربی حصہ میں لکھا کہ:

"والقدر قدر مبرم من عند الرب العظيم وسياتي وقته بفضل الله الكريم فوالذي بعث لنا محمد المصطفیٰ وجعله خير الورىٰ ان هذا حق فسوس ترىٰ وانی اجعل هذا لنبأ معياراً لصدقي وكذبي وماقلت الا بعد ماانبئت من ربي" (انجام آتھم ص۲۲۳، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سلطان محمد کی موت اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے۔ (یعنی اٹل اور قطعی تقدیر ہے) اور اللہ کے فضل سے عنقریب اس کا وقت آیا چاہتا ہے۔ پس قسم ہے اس خدا کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو ہمارے لئے مبعوث فرمایا اور اس کو خیر الرسل اور بہترین مخلوقات بنایا کہ یہ پیشین گوئی بالکل حق ہے اور تم عنقریب اس کو آنکھوں سے دیکھ لوگے اور میں اس پیشین گوئی کو اپنے جھوٹے اور سچے ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں اور یہ بات میں جب کہہ رہا ہوں کہ میرے پروردگار کی طرف سے مجھے اس کی خبر دی گئی ہے۔

بہرحال مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کے نکاح اور اس کے شوہر سلطان محمد کی موت کی پیشین گوئی اتنے زور سے کی کہ کوئی زوردار اور وزن دار لفظ اٹھا نہیں رکھا۔ کہا کہ:

"یہ اللہ کی تقدیر مبرم ہے۔ اللہ اس کو ضرور پورا کرنے والا ہے اور اس میں اس کو اپنے سچے اور جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں۔" (انجام آتھم ص۲۲۳، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

"اگر یہ سب باتیں پوری نہ ہوں تو میں جھوٹا ہوں اور ہر بد سے بدتر ہوں۔"

(انجام آتھم ص۳۳۸، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

"اور جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوں گی تو میرے ان بیوقوف مخالفوں کی نہایت صفائی سے اس دن ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔"

(انجام آتھم ص۳۳۷، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب تعلیوں اور دعوؤں کو ایسی صفائی سے جھوٹا ثابت کیا اور خاک میں ملایا کہ کسی کے لئے دھوکہ فریب اور کسی مغالطہ کی گنجائش نہیں رہی۔ یہ سب عبارتیں مرزا قادیانی کی کتابوں میں آج تک موجود ہیں اور مرزا قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں اس دنیا سے اس حال میں چلے گئے کہ سلطان محمد زندہ تھا اور محمدی بیگم اس کی بیوی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے سلطان محمد کو اتنی لمبی عمر دی کہ ابھی چند سال ہوئے اللہ کے اس بندہ کا انتقال ہوا ہے۔ گویا مرزا قادیانی کے بعد قریباً تیس چالیس برس وہ زندہ رہا اور اس طویل مدت کا ہر دن مرزا قادیانی کے کاذب اور مفتری ہونے کی شہادت دنیا کے سامنے پیش کرتا رہا۔

اس عاجز نے مرزا قادیانی کی جانچ کے لئے جو چار اصولی باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھنے کا ارادہ کیا تھا ان میں سے دو تو پہلے پیش کر چکا تھا اور تیسری اصولی بات ان کی ان خاص پیشین گوئیوں سے متعلق تھی جن کو خود انہوں نے

اپنے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار قرار دیا تھا۔ ان میں سے میں نے صرف ان ہی دو پیشین گوئیوں کو آپ حضرات کے سامنے رکھا ہے جن کو خود مرزا قادیانی نے زیادہ اہمیت دی تھی۔ یعنی ڈپٹی آتھم والی اور محمدی بیگم والی پیشین گوئی۔

یہ عاجز پوری ایمان داری اور دیانتداری سے کہتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی میں کسی دوسرے پہلو سے کوئی کمی کسر نہ ہوتی تب بھی صرف ان ہی دو پیشین گوئیوں کا غلط نکل جانا اس بات کے لئے کافی دلیل ہوتا کہ مرزا قادیانی ہرگز اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور اس کے مامور نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی اور کسی مامور کو اس طرح ذلیل نہیں کرسکتا جس طرح کہ مرزا قادیانی ان دو پیشین گوئیوں میں ذلیل ہوئے۔

میرا تو خیال ہے کہ ثبوت تو بڑی چیز ہے۔ اگر کوئی بھی غیرت مند آدمی اتنا ذلیل ہوا ہوتا تو کسی کو منہ دکھانے کے لائق بھی اپنے کو نہ سمجھتا۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود مرزا قادیانی کے دعوے بھی برابر جاری رہے اور ان کو نبی ماننے والے بھی ملتے رہے اور اب تک مل رہے ہیں۔ لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ہمارے اس ملک میں ایک قوم کی قوم موجود ہے جو جانوروں کو پوجتی ہے۔ دریاؤں کو پوجتی ہے۔ پتھروں کو پوجتی ہے اور صرف بے پڑھے اور گنوار ہی نہیں۔ بلکہ ان چیزوں کی پرستش کرنے والوں میں اچھے اچھے گریجویٹ اور علم وعقل والے بھی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ من یضلل اللہ فلا ھادی لہ!

چوتھی بات

مرزا قادیانی کی جانچ کے سلسلہ میں اب چوتھی اصولی بات مجھے یہ کہنی ہے کہ اللہ کے کسی پیغمبر سے ناممکن ہے کہ وہ اپنے وقت کی کسی ایسی طاقت وحکومت کی خوشامد وچاپلوسی اور اس کے ساتھ اپنی مخلصانہ وفاداری اور محبت کا اظہار کرے جو کفر اور بے دینی کا ستون ہو اور جس کے عروج اور غلبہ سے کفر اور بے دینی کو عروج ہوتا ہو اور دنیا میں خدا فراموشی اور آخرت سے بے فکری اور مادہ پرستی اور نفس پرستی بڑھتی ہو۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ لوگ انگریزی حکومت کو اور اس کی تاریخ کو کچھ جانتے ہیں یا نہیں اور اس حقیقت سے آپ واقف ہیں یا نہیں کہ پچھلی چند صدیوں میں یورپین اقوام اور خاص کر انگریزوں کے حکومتی اقتدار نے دین کو اور خدا پرستی کو کتنا زبردست نقصان پہنچایا ہے اور مادہ پرستی اور نفس مادہ پرستی کو دنیا میں کتنا بڑھا اور پھیلا دیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں کافر حکومتیں پہلے بھی ہوئی ہیں۔ لیکن غالباً کبھی کسی حکومت کے اثر واقتدار نے لوگوں کو خدا سے اتنا بے تعلق اور دین وآخرت کی طرف سے اتنا بے فکر نہیں کیا ہوگا۔ جتنا کہ اس زمانے میں یورپ کی حکومتوں کے اثرات نے لوگوں کو خدا اور آخرت فراموش بنادیا ہے اور خصوصاً انگریزوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو جو دینی اور سیاسی نقصان پہنچایا ہے اور جس طرح ان کو تباہ وبرباد کیا ہے۔ اس کا تو حساب بھی نہیں لگایا جاسکتا ہے جو ممالک پہلے مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے ان میں سے ایک ایک کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ کس قوم اور کس حکومت کی مکاری اور غداری نے مسلمانوں کو ان ملکوں سے بے دخل کیا اور اپنا غلام بنایا۔ قریب قریب سب جگہ انگریزوں ہی کا ہاتھ نظر آئے گا۔

الغرض اس حقیقت میں کسی کو شبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس زمانے میں دین وایمان اور روحانیت اور خدا پرستی کو سب سے زیادہ نقصان یورپین قوموں کے سیاسی غلبہ نے پہنچایا ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ دینی

اور سیاسی نقصان خاص کر انگریزوں نے پہنچایا ہے اور یہ حکومتیں اس وقت کی فرعونی اور نمرودی حکومتیں ہیں۔ اس لئے ہمارا ایمان ہے کہ اگر بالفرض نبوت ختم نہیں ہوئی ہوتی اور نبیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغمبر اس زمانے میں آتا تو وہ ان یورپین حکومتوں کی اور خاص کر انگریزی حکومت کی ہرگز تعریف نہ کرتا۔ ہرگز ان کو خدا کی نعمت اور رحمت نہ بتاتا۔ بلکہ اس دور کی سب سے بڑی لعنت ان ہی حکومتوں کو قرار دیتا۔ لیکن مرزا قادیانی کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا رویہ اس معاملہ میں بالکل دنیادار اور حکومت پرست لوگوں کا سا ہے۔ بلکہ نہایت ذلیل اور گھٹیا قسم کے حکومت پرستوں کا سا ہے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں جابجا انگریزی حکومت کے ساتھ اپنی وفاداری اور وابستگی اور خیر خواہی اور دعاگوئی کا ایسا گھنونا مظاہرہ کیا ہے کہ میں نے تو کبھی کسی ذلیل سے ذلیل حکومت پرست کی بھی کوئی ایسی تحریر نہیں دیکھی ہے۔ اس وقت ان کی اس سلسلہ کی بھی صرف ایک ہی عبارت آپ کو سناتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ان کی کتاب شہادۃ القرآن ہے۔ اسی کے ساتھ ان کا ایک مضمون چھپا ہوا ہے جس کا عنوان ہے ''گورنمنٹ کی توجہ کے لائق'' اس میں پہلے تو مرزا قادیانی نے یہ لکھا ہے کہ:

''گورنمنٹ کے (یعنی انگریزی سرکار کے) احسانات ہمارے خاندان پر ہمارے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے وقت سے برابر ہوتے رہے ہیں اور اس لئے اس گورنمنٹ کی شکر گزاری میرے رگ وریشہ میں سمائی ہوئی ہے۔

(شہادۃ القرآن ص۸۲، خزائن ج۶ ص ۴۷۸)

پھر گورنمنٹ کے ساتھ اپنے والد اور اپنے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی وفاداری اور خیر خواہی کا ذکر بے فخر کے ساتھ کیا ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کی کیسی کیسی مدد کی اور اس کے واسطے کیسی کیسی جانی اور مالی انہوں نے قربانیاں دیں اور اس کے صلہ میں گورنمنٹ نے کیسے کیسے احسانات کئے اور کیا کیا صلے دیئے۔ یہ سب پوری تفصیل سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں جس طرح ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے۔ سو ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا۔ سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہ کیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا شکر اور کسی محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو بطور نعمت کے عطا کرے درحقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسری سے وابستہ ہیں اور ایک کے چھوڑنے سے دوسرے کا چھوڑنا لازم آجاتا ہے۔ بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے۔ کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے اس سے جہاد کیسا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں

کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ (شہادۃ القرآن ص۸۴، خزائن ج۶ ص۳۸۰)
یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارت ہے۔ بس یہ مرزا قادیانی کا دین و مذہب ہے اور یہ مرزا قادیانی کی پیغمبری ہے۔ آپ لوگوں کے احساسات کا حال مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میں تو صاف کہتا ہوں کہ اس عبارت کے پڑھنے کے بعد میں ان کو نہایت ذلیل ذہنیت کا ایک سرکار پرست آدمی سمجھتا ہوں اور اس قسم کی مرزا قادیانی کی یہ ایک ہی عبارت نہیں ہے۔ انگریزی سرکار کی خوشامد میں مرزا قادیانی نے بیسیوں جگہ اس سے بھی زیادہ ذلیل قسم کی باتیں لکھی ہیں۔ معلوم نہیں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے والوں نے نبوت کو کیا سمجھا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر ایسا شخص نبی ہوسکتا ہے تو شاید ہر بھلا آدمی پھر خدا ہوسکتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ!

خیر! چونکہ اس وقت کی میری گفتگو کا مقصد مرزا قادیانی کی جانچ اور قادیانیت پر غور کرنے کا بس ایک صحیح طریقہ اور راستہ بتانا ہے۔ اس لئے نمونے کے طور پر گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کے سلسلہ میں ان کی صرف یہی ایک عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

خلاصہ بحث

اب میں آپ حضرات سے کہتا ہوں کہ میری چاروں اصولی باتیں آپ نے سن لیں اور غالباً سمجھ بھی لی ہوں گی۔ کیونکہ ان میں کوئی باریک علمی بات نہیں ہے۔ سیدھی سیدھی موٹی باتیں ہیں اور الحمدللہ دو اور دو چار کی طرح یقینی اور پکی ہیں۔ آخر کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ:

۱…… ''کسی نبی سے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے سے پہلے کسی پیغمبر کی اہانت اور تنقیص کرے اور اخلاقی گندگیوں کو اس کی طرف منسوب کرے۔''

۲…… ''اور کون اس میں شک کر سکتا ہے کہ کسی نبی سے ہرگز یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے صاف صاف غلط بیانی کرے اور جھوٹ بولے۔''

۳…… ''اسی طرح ہرگز یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ کی وحی سے کوئی سچا نبی تعین تاریخ کے ساتھ کوئی پیشین گوئی کرے اور اس کو اپنے صدق و کذب کا نشان اور معیار قرار دے اور اللہ اسی پیشین گوئی کے خلاف ظاہر کر کے اس کا جھوٹا اور مفتری ہونا دنیا پر ثابت کر دے۔''

۴…… ''اسی طرح کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ نبی و رسول جو اللہ کا نائب اور نمائندہ ہوتا ہے وہ ذلیل قسم کے سرکار پرستوں اور کاسہ لیسیوں اور دنیا کے کتوں کی طرح گورنمنٹ برطانیہ جیسی کسی حکومت کی ایسی ذلیل خوشامد ہرگز نہیں کر سکتا جس کا نمونہ ابھی آپ نے دیکھا۔ نبوت تو بہت بلند مقام ہے۔ میرے نزدیک تو یہ کسی شریف آدمی کا بھی کام نہیں ہے۔ اگر کسی شریف آدمی کی طرف یہ باتیں منسوب کی جائیں تو وہ اس کو اپنی سخت توہین اور گالی سمجھے گا۔

بہرحال یہ چاروں سیدھی اور سچی اصولی باتیں ہیں جن سے انکار اور اختلاف کرنے کی کسی کے لئے قطعاً گنجائش نہیں ہے اور آپ نے دیکھ لیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ان چاروں چیزوں میں بری طرح ملوث اور آلودہ ہیں۔

اس لئے اگر بالفرض نبوت ختم نہ بھی ہوتی اور انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری ہوتا تب بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو نبی اور رسول بنا کر نہیں بھیج سکتا جو انسانی شرافت کے معیار سے اتنا گرا ہوا ہے۔ ایسے کسی آدمی پر ہرگز خدا کی وحی نہیں آسکتی۔ ہاں ایسے لوگوں پر شیطانی وحی آیا کرتی ہے اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: ”ھل انبئکم علیٰ من تنزل الشیاطین ۰ تنزل علیٰ کل افاک اثیم ۰ شعراء: ۲۲۱“ یعنی ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ شیطان کن لوگوں پر اترتے ہیں۔ وہ جھوٹ بولنے والوں اور افتراء پردازوں پر اترتے ہیں۔

پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو جھوٹ بولتا ہو، افتراء کرتا ہو اور جس کی زندگی پاک اور ستھری نہ ہو اس پر خدا کی وحی نہیں آتی بلکہ شیطان آتے ہیں۔ اب آپ دیکھ لیجئے کہ مرزا قادیانی میں افاک اور اثیم ہونے کی صفت کتنی نمایاں ہے۔

بہرحال اگر بالفرض نبوت جاری ہوتی جب بھی مرزا قادیانی کے نبی ہونے کا ہرگز کوئی امکان نہ تھا۔ وہ تو کھلے ہوئے افاک اور اثیم ہیں اور میں یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں فرضی طور پر کہہ رہا ہوں۔ ورنہ میں شروع ہی میں آپ کو بتلا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دین اور شریعت کو مکمل کر دیا اور پھر قیامت تک اس کی حفاظت کی بھی خود ہی ذمہ داری لے لی اور اپنی خاص قدرت سے اس کا انتظام بھی فرمادیا اور اس طرح نبوت کی ضرورت کو ختم فرما کر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کے ختم کئے جانے کا بھی قرآن پاک میں اعلان فرمادیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حدیثوں میں بھی اس کا صاف صاف اعلان فرمادیا اور اس لئے ساری امت کا یہی عقیدہ اور یہی ایمان رہا کہ نبوت کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم ہو گیا اور اب کبھی دنیا میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان کے لئے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی پیروی کرنا کافی ہے اور حضور ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت دنیا بھر کے لئے اور ہمیشہ کے لئے کفایت کرنے والی ہے۔

بہرحال اصلی عقیدہ اور ایمان تو یہ ہے اور اس بنا پر اب کسی شخص کے بھی نبی ہونے کا کوئی امکان نہیں اور جو شخص بھی اب نبوت کا دعویٰ کرے ہم اس کو کاذب اور اللہ پر افتراء کرنے والا سمجھیں گے۔ حتیٰ کہ اگر بالفرض سیدنا شیخ عبدالقادرؒ جیلانی، خواجہ معین الدینؒ چشتی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسی پاک سیرت رکھنے والا کوئی بزرگ بھی نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تو ہم اس کو بھی ایسا ہی سمجھیں گے اور میں اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی یہ دعویٰ کرتے تو امت ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرتی جو خود انہوں نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ کیا۔

بہرحال ہمارا اصل عقیدہ اور ایمان تو یہ ہے۔ لیکن اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری بھی ہوتا تب بھی مرزا قادیانی جیسے اخلاق و اوصاف رکھنے والے کسی آدمی کے لئے اس مقام اور منصب کا کوئی امکان نہ تھا۔ کسی شخص کے حق میں سخت تنقید اور سخت الفاظ بولنا مجھے گراں ہوتا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کے بارے میں میں اس کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ اپنے دل پر جبر کر کے اپنی طبیعت اور ذوق کے خلاف صاف صاف کہوں کہ وہ شخص معمولی درجہ کے اخلاق سے بھی

خالی تھا۔ جتنی دیانت اور سچائی اور جتنی غیرت اور شرافت اوسط درجہ کے لوگوں میں ہوتی ہے اس شخص میں اتنی بھی نہیں تھی اور میں صاف کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا مجھ جیسا گنہگار امتی بھی مرزا قادیانی سے زیادہ دیانت اور صداقت الحمدللہ اپنے اندر رکھتا ہے۔

میں نے اس صحبت میں آپ حضرات کے سامنے مرزا قادیانی اور ان کے دعوؤں کے بارے میں غور وخوض کا یہ اصولی طریقہ رکھنے ہی کا ارادہ کیا تھا۔ اب آپ حضرات میں سے جس کو اس بارہ میں کچھ سوچنا اور غور کرنا ہو وہ بڑی آسانی سے غور کر سکتا ہے اور دو اور دو چار کی طرح ایک یقینی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ باقی کسی کو ہدایت دینا تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

یہ عاجز جب اپنی یہ بات پوری کر کے خاموش ہوا تو ایک قادیانی نے بڑی شکایت اور ناگواری کے ساتھ کہا کہ ہم تو اس لئے جمع ہوئے تھے کہ حیات مسیح اور اجرائے نبوت کے مسئلوں کے متعلق آپ سے کچھ سوال کریں گے اور آپ قرآن شریف سے ہمیں اس کا جواب دیں گے۔ لیکن آپ نے ہمیں کچھ کہنے اور پوچھنے کا موقع ہی نہیں دیا اور حضرت اقدس مسیح موعود کی شخصیت کے متعلق تقریر شروع کر دی۔

میں نے کہا کہ آپ کا خیال اور ارادہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن میں تو آپ کے خیال یا ارادہ کا پابند نہیں۔ آپ مجھے نہیں جانتے ہوں گے۔ لیکن میں قادیانیت کو اور قادیانیوں کو خوب جانتا ہوں اور میرے نزدیک قادیانیت کے بارے میں غور کرنے کا صحیح راستہ اور طریقہ یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے۔ اس طرح مرزا قادیانی کی حقیقت بالکل بے نقاب ہوکر سامنے آجاتی ہے اور ان کی نبوت کا پردہ کھل جاتا ہے اور معمولی سے معمولی سمجھ رکھنے والوں کے لئے بھی ان کے دعوؤں کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن ہاں میں جانتا ہوں کہ قادیانی صاحبان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوا کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کے متعلق گفتگو نہ ہو۔ بلکہ حیات وممات مسیح جیسے مسائل پر بات ہو۔ تاکہ ناواقف لوگ یہ سمجھیں کہ ہم مسلمانوں اور قادیانیوں میں اصل اختلاف بس اتنا ہی ہے کہ بعض آیتوں اور حدیثوں کے معنی ہمارے علماء کچھ اور بیان کرتے ہیں اور قادیانی کچھ اور سمجھتے ہیں اور اس طرح وہ لوگ قادیانیوں کو بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ جانیں۔

حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلاف کی نوعیت دوسرے اسلامی فرقوں کے باہمی اختلاف سے بالکل مختلف ہے۔ قادیانی صاحبان ایک شخص کو نبی مانتے ہیں اور نبی کی طرح اس کی ہر بات اور ہر مسئلہ پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں اور جو شخص ان کو نہ مانے اس کو کافر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی ہر ہدایت اور ہر تعلیم کا ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کے منکروں کو کافر جانتے ہیں تو قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی اصل بنیاد کوئی باریک علمی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت اور ان کا دعوائے نبوت ہے اور ہمارے نزدیک اس کی جانچ پڑتال کا سیدھا راستہ یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے اور اس لئے میرا یہ اصول ہے کہ اگر کوئی شخص قادیانیت کے بارہ میں کچھ بات کرنا چاہے اور میں اس سے کچھ کہنا مفید اور مناسب سمجھوں

تو پہلے یہی اصولی باتیں اس کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ اگر اس میں کچھ بھی حق پرستی ہوتی ہے تو ان سیدھی سادھی اور بالکل صاف بدیہی باتوں کے سامنے آ جانے کے بعد اس کا ذہن مرزا قادیانی کے بارہ میں بالکل صاف ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اس اطمینان کا اظہار کر دیتا ہے کہ اب میں مرزا قادیانی کو کاذب اور مفتری سمجھتا ہوں (جیسا کہ ان باتوں کے سامنے آنے کے بعد سمجھنا چاہئے) پھر اگر وہ حیات وممات مسیح کے بارہ میں بھی بات کرنے اور سمجھنے کا خواہش مند ہوتا ہے تو میں اس کے سمجھانے کی بھی کوشش کرتا ہوں اور اگر مرزا قادیانی کے بارہ میں اس کا ذہن صاف نہیں ہوتا اور وہ ان سے اپنی بے زاری ظاہر نہیں کرتا تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ شخص نہایت ہٹ دھرم ہے اور اس میں قبول حق کی بالکل صلاحیت نہیں ہے۔ پھر اس سے بات کرنے میں اپنا وقت ضائع کرنا میں بالکل درست نہیں سمجھتا اور خوامخواہ اپنی قابلیت اور ہمہ دانی کے اظہار کے لئے وقت خراب نہیں کرتا۔

ہاں! پہلے ایک زمانے میں جب اپنے وقت کی اتنی قیمت نہیں سمجھتا تھا تو ایسا بھی کر لیا کرتا تھا اور صرف بحث کے لئے اور دوسرے کو قائل کرنے کے لئے بھی وقت صرف کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اب میں اپنا وقت صرف ضروری اور مفید کاموں ہی پر صرف کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ حضرات سے بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اگر میری اس گفتگو کے بعد مرزا قادیانی کی شخصیت کے بارے میں آپ کا ذہن صاف ہو گیا ہو اور آپ کے دل نے ان باتوں کو قبول کر لیا ہو جو میرے نزدیک بالکل قطعی اور بدیہی ہیں تو بسم اللہ میں بڑی خوشی سے حیات مسیح کا مسئلہ سمجھانے کے لئے اسی طرح اور ابھی تیار ہوں اور انشاء اللہ آپ اس کے بارہ میں بھی ابھی مطمئن ہو جائیں گے۔ لیکن اگر آپ سب کچھ سننے کے بعد بھی مرزا قادیانی کو ''حضرت اقدس مسیح موعود'' ہی مانتے ہوں تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ حق کے متلاشی نہیں ہیں اور کسی بات کے ماننے کا آپ کا ارادہ ہی نہیں ہے۔ ایسی حالت میں صرف اپنی قابلیت جتانے کے لئے آپ پر مزید وقت صرف کرنا میں صحیح نہیں سمجھوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس کی توفیق سے میرا وقت اچھے کاموں پر صرف ہوتا ہے اور جن کاموں کو میں لایعنی سمجھتا ہوں حتی الامکان ان سے بچنے کی اور اپنے کو بچانے کی کوشش کرتا ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ: ''من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ ۰ مسند احمد ج۳ ص ۲۰۹ حدیث ۱۷۳۷ ''یعنی کسی آدمی کے مسلمان ہونے کی خوبی اور اس کا کمال یہ ہے کہ وہ ان کاموں میں نہ پڑے جو مفید نہ ہوں۔

اس کے بعد ان ہی قادیانی صاحب نے کہا کہ جو باتیں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود کے متعلق بیان کی ہیں ان سب کا بھی جواب ہے۔ لیکن وہ جواب ہم نہیں دے سکتے۔ بلکہ ہمارے جن عالموں کا یہ کام ہے وہ آپ کو جواب دیں گے۔ لہٰذا اس کے لئے کوئی وقت مقرر کریں۔ ہم اپنے کسی عالم کو بلانے کا انتظام کریں گے۔

میں نے کہا یعنی آپ مناظرہ کے لئے میرا وقت چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں!

میں نے کہا قادیانی مناظرین کو میں خوب جانتا ہوں۔ اپنے پرانے زمانے میں ان کا میں نے کافی تجربہ کیا ہے۔ ان میں قبول حق کی ادنیٰ صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ انتہائی درجہ کے ہٹ دھرم ہوتے ہیں جو کچھ میں نے مرزا قادیانی کے

متعلق آپ کو بتلایا ہے ہر قادیانی مناظر ان سب باتوں کو خوب جانتا ہے۔لیکن اس کے باوجود وہ مرزا قادیانی کا کلمہ پڑھتا ہے۔ان کو نبی مانتا ہے اور نبی ثابت کرنا چاہتا ہے۔اس لئے ان پر اتمام حجت بھی ہمارے ذمہ نہیں رہا۔کوئی قادیانی مناظر اب ایسا نہیں ہے جو خدا کے سامنے یہ کہہ سکے کہ میں مرزا قادیانی کے ان پہلوؤں کو نہیں جانتا:”قد تبین الرشد من الغی ۰ البقرہ:۲۵۶“ اور اس کا نمونہ آپ خود موجود ہیں۔جو کچھ میں نے مرزا قادیانی کے متعلق کہا وہ سب آپ نے ان کی کتابوں سے سنا اور ان میں سے کسی ایک بات کا بھی آپ کے ذہن میں کوئی جواب اور کوئی معقول تاویل نہیں ہے۔اس کے باوجود ابھی تک آپ مرزا قادیانی کو حضرت اقدس مسیح موعود کہتے ہیں۔دراصل یہی وہ کھلی ہوئی ہٹ دھرمی ہے جس کے تجربہ کے بعد ہم ایسے لوگوں پر زیادہ وقت صرف کرنا فضول سمجھتے ہیں۔اگر آپ میں حق پرستی کا کوئی ذرہ بھی ہوتا تو آپ کم از کم یہ کہتے کہ یہ باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر یہ صحیح ہیں تو مرزا قادیانی ہرگز نبی یا مسیح موعود نہیں ہوسکتا۔لیکن ہم اس پر ذرا غور کریں گے اور تحقیق کریں گے۔لیکن آپ کا حال یہ ہے کہ یہ سب سننے کے بعد بھی آپ ان کو نبی اور مسیح موعود ہی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ ہم جواب نہیں دے سکتے مگر ان باتوں کا جواب ہے ضرور اور وہ ہمارے مناظر دے سکیں گے۔

دراصل یہی وہ ذہنیت ہے جس کے بعد قبول حق کی توفیق نہیں ہوتی اور آپ کے مناظرین میں یہ بات آپ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔اس لئے میں تو ان کو بالکل اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان سے گفتگو میں پانچ منٹ بھی اپنے صرف کروں۔اگرچہ ایک زمانہ میں اس کام کا بھی شوق تھا۔لیکن اب میں اس کو اپنے وقت کی اضاعت سمجھتا ہوں۔اگر واقعی اللہ کا کوئی بندہ طالب تحقیق ہو تو اس کی خدمت کرنا اور اس پر وقت صرف کرنا اپنا فرض ہے اور اس کے لئے یہ عاجز ہر وقت حاضر ہے اور حیات مسیح کا مسئلہ ہو یا اجرائے نبوت کا۔الحمدللہ! ان میں سے کسی مسئلہ پر بھی مجھے کسی تیاری کی بھی ضرورت نہیں۔لیکن آپ کے مناظرین کو میں بالکل اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ ان سے گفتگو پر وقت صرف کروں۔آپ نے جو کچھ مجھ سے سنا اللہ تعالیٰ توفیق دے تو بس اس پر غور کیجئے اور مرزا قادیانی کی شخصیت کو سمجھنے کی ضرور کوشش کیجئے اور ان کو سمجھنے کا سیدھا راستہ وہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔اس میں آپ کو اگر اپنے مناظرین سے بات کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو ان سے بات کیجئے۔لیکن مجھے ان سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔میں انہیں اور ان کو خوب جانتا ہوں۔

نوٹ! یہ گفتگو اپنے حافظہ کی مدد سے اور ان نوٹوں کی مدد سے جو اپنی عادت کے مطابق گفتگو سے چند منٹ پہلے کاغذ کے ایک پرچہ پر لکھ لئے تھے کئی ہفتے کے بعد تحریر میں لائی گئی تھی۔اس لئے اس میں کافی امکان ہے کہ کوئی بات مجلس میں زیادہ تفصیل سے کہی گئی ہو اور اس تحریر میں اتنی تفصیل سے نہ آئی ہو یا کوئی بات وہاں زیادہ تفصیل سے نہ کہی گئی ہو اور یہاں اس کا بیان زیادہ تفصیل سے ہو گیا ہو۔اسی طرح الفاظ وطرز بیان میں بھی جابجا یقیناً فرق ہو گیا ہوگا۔

لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔خاص کر اس لئے بھی کہ مقصد اس مجلس کی روداد سنانا نہیں ہے بلکہ قادیانیت کے متعلق غور کرنے کا جو اصولی راستہ اس مجلس میں پیش کیا گیا تھا بس اس کو قلمبند کر کے شائع کر دینا مقصود ہے۔تاکہ بوقت ضرورت اللہ کے بندے اس سے کام لے سکیں۔واللہ یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم!

بے شمار پلندے!

اشتیاق احمد

تقریباً ایک ماہ پہلے دو نوجوان ملنے کے لئے آئے۔ کہنے لگے ہمیں مرزائیت سے متعلق لٹریچر چاہئے۔ ہمارا ایک کلاس فیلو مرزائی ہے۔ وہ ہمیں بہت تنگ کرتا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں پڑھ رہے ہیں۔ جواب ملا گورنمنٹ کالج جھنگ صدر میں' اپنے نام محمد نعیم اور زیب بتائے۔

میں نے انہیں بٹھایا۔ جو لٹریچر میرے پاس تھا وہ انہیں دیا۔ اب وہ لگے اس لڑکے کے بارے میں بتانے کہ وہ یہ سوال کرتا ہے وہ سوال کرتا ہے اور کہتا ہے مجھ سے حیات مسیح علیہ السلام پر بات کرلو۔ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ ہم قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں اور یہ کہ جس مسیح کو آنا تھا وہ مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ میں نے انہیں موٹی موٹی باتیں بتائیں۔ کشتی نوح کا وہ پیرا انہیں کتاب سے کھول کر دکھایا۔ جس میں یہی بات لکھی ہے۔ لیکن ساتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں ہی وہ مسیح موعود ہوں۔ جو آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن ہوگا۔ میں نے ان سے کہا اگر یہ وہی ہوتا تو اپنے ان الفاظ کے مطابق اسے وہاں دفن بھی ہونا چاہئے تھا۔ لہٰذا وہ جھوٹا تھا۔ اسی قسم کی چند اور باتیں میں نے انہیں بتائیں اور کتابیں کھول کر دکھائیں۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ بہتر ہوگا کہ آپ اسے یہاں لے آئیں۔ بیٹھ کر بات کرلیں گے۔ آپ چونکہ ان کے ہتھکنڈوں سے واقف نہیں ہیں۔ لہٰذا آپ سے وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہیں گے۔

کہنے لگے، اچھا! ہم کوشش کریں گے۔ اگر وہ آیا تو ضرور لائیں گے۔ وہ اٹھنے لگے تو اچانک جیسے انہیں کوئی بات یاد آ گئی۔ ایک نے کہا: ''ہاں! یاد آیا...... اس کا کہنا ہے...... ختم نبوت والوں کا جو دفتر ملتان میں حضوری باغ روڈ پر واقع ہے۔ اس کے پندرہ مولویوں نے مرزائیت قبول کرلی ہے۔ یہ ہے ہمارے سچا ہونے کا ثبوت۔

میں اس کی یہ بات سن کر بے ساختہ مسکرا اٹھا...... بلکہ ہنس پڑا اور ان سے بولا: ''یہ تو بہت زیادہ مزے کی بات ہوگئی۔ مزہ آ گیا...... ان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی ایک بات بہت کافی ہے۔'' میرے محترم! میرا بھی اس دفتر سے تعلق ہے۔ الحمدللہ! وہاں تو 15 کی تعداد میں مولوی حضرات ہیں ہی نہیں۔ کل کتنے ہیں؟۔ یہ تو اب میں نہیں بتاؤں گا...... تاکہ ان کا یہ جھوٹ بار بار پکڑا جاتا رہے۔ ظاہر ہے آپ کی بات سن کر اب وہ 15 کے عدد کو تو بھول جائیں گے۔ تعداد کم کردیں گے۔ لیکن یہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ وہاں کل کتنے مولوی حضرات کام کرتے ہیں...... بہر حال گارنٹی شدہ بات یہی ہے کہ 15 تو کل ہیں ہی نہیں۔ گویا جتنی تعداد وہاں نہیں ہے۔ اس سے زیادہ تعداد میں وہاں کے مولوی مرزائیت قبول کر بیٹھے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے میرے عزیزو کہ: ''مرزائیت ایسے ہی جھوٹ کے بے شمار پلندوں کا نام ہے۔''

اس کے بعد بھی ان سے کئی بار ملاقات ہو چکی ہے۔ آتے رہتے ہیں۔ میں انہیں کتب وغیرہ دیتا رہتا ہوں۔

لیکن وہ مرزائی ان کے ساتھ ابھی تک نہیں آیا۔ مجھے اس کا انتظار ہے۔

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ!

ختم نبوت کانفرنس بہاولپور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے زیر اہتمام 4 ستمبر 2006ء کو جامع مسجد الصادق میں ختم نبوت کانفرنس زیر سرپرستی حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب اور زیر صدارت حضرت مولانا سید عبدالوہاب شاہ صاحب منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری سندھ کے معروف خطیب حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماء حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے مبلغ حضرت مولانا محمد اسحاق ساقی ودیگر علماء کرام نے خطاب فرمایا۔ جبکہ مہمان خصوصی جناب حاجی منیر اختر صاحب تھے۔ کانفرنس کے تمام تر انتظامات جناب حاجی سیف الرحمن کی نگرانی میں ہوئے۔ کانفرنس انتہائی کامیاب رہی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے زیر اہتمام بلدیہ ہال میں ختم نبوت سیمینار

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے زیر اہتمام بلدیہ ہال میں یوم ختم نبوت کی مناسبت سے عظیم الشان ختم نبوت سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار سے جناب ڈاکٹر ارباب عالم نشتر میڈیکل کالج کی یونین کے سابقہ صدر، جمعیت علماء اسلام کے مقامی امیر حضرت مولانا عبدالباقی، حضرت مولانا محمد قاسم، جناب قاری محمد زاہد اقبال، مولانا مفتی محمد عثمان، معروف کالم نگار حافظ شفیق الرحمن ودیگر علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔ جامعہ علوم شرعیہ کے ناظم اعلیٰ حافظ طارق مسعود، جامعہ رشیدیہ کے ناظم اعلیٰ قاری سعید ابن شہید، ایم ایم اے کے رہنماء حق نواز خان درانی، میجر (ر) غلام سرور، معروف شاعر اکرام الحق اور مولانا احمد شاہ ھاشمی بطور مہمان خصوصی شریک ہوئے۔ سیمینار میں مسلم لیگ، پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام سمیت تمام سیاسی و دینی جماعتوں کے علاوہ تاجر تنظیموں کے نمائندوں نے بھی شرکت کی۔ مقررین نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ہم ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دنیا کے آخری کونے تک مرزائیوں کا تعاقب کریں گے۔

مولانا غلام مصطفیٰ کا تبلیغی دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر کے مبلغ مولانا غلام مصطفیٰ نے خوشاب کے مختلف علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا۔ انہوں نے اپنے دورے کے دوران جامع مسجد آنگ، جامع مسجد جابہ، جامع مسجد نوشہرہ، جامع مسجد اچھالی، جامع مسجد کرنڈھی، جامع مسجد تلہ گنگ میں مختلف موضوعات پر خطاب فرمایا۔ اسی طرح مدرسہ دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ، جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ، مدرسہ فتح العلوم کے سالانہ جلسہ سے خطاب فرمایا۔

سہ ماہی ردّ قادیانیت تربیتی کلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں گاہے بگاہے ردّ قادیانیت پر تیاری کے لئے وفاق المدارس کے سند یافتہ علماء کرام کی سہ ماہی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے

امسال بھی

۱۵ شوال ۱۴۲۷ھ سے مجوزہ کلاس کا آغاز ہوگا

کلاس میں شرکت کے خواہش مند حضرات کا ’’جید اً جداً‘‘ میں وفاق کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔ نیز اردو تعلیم میں میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔ شرکاء کورس کو قیام وطعام کے علاوہ **1000** روپے اعزازیہ بھی دیا جائے گا۔

ذوق مناظرہ اور شوق تبلیغ رکھنے والے نئے علماء کرام توجہ فرمائیں

- ★ ۵ شوال المکرم ۱۴۲۶ھ تک درخواست قلمی، سادہ کاغذ پر بھجوادیں۔
- ★ فوٹو کاپی سند وفاق المدارس، فوٹو کاپی سند میٹرک، فوٹو کاپی شناختی کارڈ ہمراہ درخواست لف کریں۔

رابطہ کیلئے **مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی** مرکزی ناظم تبلیغ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة
حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

تعمیر میں تعاون کی اپیل

مسجد خاتم النبیین و مدرسہ ختم نبوت

گمبٹ ضلع خیرپور میرس سندھ

امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے سنگ بنیاد رکھا

تعمیر کا کام جاری ہے احباب سے تعاون کی اپیل ہے

شیخ عبدالسمیع ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت گمبٹ ضلع خیرپور میرس
فون: 0243-640076
موبائل: 0301-6685585

یک روزہ سالانہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس

بتاریخ 7 اپریل 2006ء صبح 10 بجے تا رات بمقام ایم اے جناح روڈ ٹنڈوآدم

زیر صدارت: مناظر ختم نبوت حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب

زیر نگرانی: علامہ احمد میاں حمادی صاحب

حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی صاحب سجاول
حضرت مولانا محمد مراد صاحب ہالیجوی
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری صاحب کراچی
شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب ملتان
حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب سرگودھا
حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی
حضرت مولانا صبغۃ اللہ صاحب کنڈیارو
حافظ خادم حسین صاحب پکا چانگ
حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمن صاحب ٹنڈوآدم
حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی صاحب سکھر
حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب
حضرت مولانا محمد نذر عثمانی صاحب حیدرآباد
حضرت مولانا محمد علی صدیقی صاحب میرپورخاص
حضرت مولانا محمد راشد مدنی صاحب
حضرت مولانا خان محمد کندھانی صاحب
حضرت مولانا محمد طاہر مکی صاحب
شاعر ختم نبوت سید سلمان گیلانی صاحب
شاعر انقلاب الحاج امداد اللہ صاحب پھلپوٹو

اہل اسلام سے بھرپور شرکت کی استدعا ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و شبان ختم نبوت ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ فون: 0235-571613

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. NO. M-108

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون کی اپیل!

- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیا بھر میں قادیانیت کا تعاقب کر رہی ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قادیانیوں کو دعوت اسلام کا پیغام پہنچا رہی ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت عدالتوں میں قادیانی، مسلم مقدمات کی پیروی کر رہی ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے ذریعے سینکڑوں علماء کو ہر سال قادیانی، بہائی، گوہر شاہی اور آغا خانی و ذکری جیسے گمراہ فرقوں کے مناظرہ کی تربیت دے رہی ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مرکزی دفتر میں تالیف و تصنیف کا شعبہ، اور عالمی لائبریری کا اہتمام کیا ہے۔
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مدارس عربیہ، مبلغین، تبلیغی دفاتر، لٹریچر ہفت روزہ ختم نبوت، ماہنامہ لولاک کے ذریعے تبلیغ و اشاعت و حفاظت دین کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔

آپ سے اپیل کی جاتی ہے کہ زکوٰۃ، صدقات، عطیات سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بھرپور معاونت فرمائیں

نوٹ: مجلس زکوٰۃ و صدقات کی رقوم اپنے زیر انتظام مدارس دینیہ پر صرف کرتی ہے اس لئے رقم دیتے وقت مد کی صراحت فرمائیں، امداد مقامی مبلغین کو دے کر رسید حاصل کریں یا براہ راست ذیل کے پتہ پر ارسال کریں۔

امیر مرکزیہ	نائب امیر مرکزیہ	مرکزی ناظم اعلیٰ
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم	حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی صاحب مدظلہ	حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب مدظلہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122